درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نیکی اور گناہ کی پہچان

عن النواس بن سمعان قال: سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن البر والاثم قال: البر حسن الخلق والاثم: ماحاک فی نفسک وکرهت ان یطلع علیه الناس (رواہ مسلم)

ترجمہ: نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی یہ ہے کہ انسان کے اخلاق اچھے ہوں اور گناہ و پاپ یہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ تمہاری اس برائی سے کوئی باخبر ہوجائے۔

تشریح: ہر انسان کی زندگی کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو کس نظریہ سے دیکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کو دوسرے لوگ کسی زاویہ سے دیکھتے ہیں اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ کی نگاہ میں اس کی کیا حقیقت ہے یعنی کہ وہ اللہ کے نزدیک اچھے اعمال والا انسان ہے یا برے اعمال والا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (سورہ حجرات:۱۳) سماج ومعاشرہ میں ہر انسان اپنے اچھے اخلاق کی بنیاد پر پہچانا جاتا ہے۔ عادات واطوار سے اس کی ساکھ مضبوط ہوتی ہے، اسے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کے اخلاق حسنہ کا اثر اس کے بال بچوں پر بھی پڑتا ہے اس لئے ہر انسان کی کوشش ہونی چاہیے کہ اس کے معاملات اور سلوک ہر کسی کے ساتھ اچھے ہوں، اچھے عادات واطوار کا مظاہرہ کرے اور اس کی طرف سے کسی ایسے عمل کا مظاہرہ نہ ہو جو خلاف شریعت ہو اور جس کی وجہ سے وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر انسان وہی ہے جس کے اعمال وکردار اچھے ہوں، اس کے اندر تقویٰ وللّٰہیت پایا جاتا ہو، شرعی اعمال کا پابند ہو، منہیات ومحرمات سے دور رہتا ہو اور اپنے دنیاوی امور کو بھی صاف وشفاف رکھتا ہو۔ برائی سے دور رہے اور بھلائی کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتا رہے۔ نیکی اور گناہ کی پہچان یہ ہے کہ نیکی انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے اور گناہ انسان کو ناکامی وخسران کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن میں نیکی کرنے کا حکم اور برائی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:۲) ''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔''

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کا بدلہ دینے کا وعدہ ان لفظوں میں کیا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورہ النحل:۹۷) ''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک عمل کا بدلہ انہیں ضرور دیں گے۔''

مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی انسان برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے من میں فطری طور پر یہ کھٹکا رہتا ہے کہ اس کی طرف سے کوئی غلط کام ہونے جارہا ہے اور حلال وحرام کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ کوئی بندہ جب صرف برائی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک اس کو کر نہ لے اس پر اس کو گناہ نہیں ملتا اور اسی طرح سے جب کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اللہ کی طرف سے ثواب ملتا ہے خواہ اس بندہ نے وہ نیکی نہ بھی کی ہو۔ اسی طرح نیکی کرنے میں انسان کو طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔ بات چیت میں نرمی، خوش مزاجی اور ملنساری وخندہ پیشانی سے پیش آنا انسان کی خوبیوں اور اخلاق حسنہ میں سے ہے۔ قرآن پاک میں رسول رحمت کی خوبیوں کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ (سورہ آل عمران:۱۵۹) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔''

ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (حدیث) اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ علاوہ ازیں بے شمار حدیثوں میں اچھے اخلاق کو اپنانے کی تلقین وتاکید کی گئی ہے۔

اخلاق حسنہ اسلام اور مسلمانوں کی شناخت ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سماج ومعاشرہ میں اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرکے اسلام کی اس صحیح شبیہ کو پیش کریں جس پر عمل کرنے کی ہمیں تعلیم وترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے اخلاق کو بہتر بنانے، برے اعمال سے گریز کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین وصلی الله علی النبی

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

ملو ملاؤ کہ ملنے سے بات بنتی ہے

یہ امر اکثر معاملات میں مطلوب ہے لیکن موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کسی بھی کنفیوژن، تذبذب یا الجھاؤ میں پڑنے کے بجائے وسیع تر تجربات کی روشنی میں اور گوناں گوں حالات کے تناظر میں دوٹوک طور پر یہ فیصلہ ہی نہیں بلکہ عملاً یہ دو اقدام جلد از جلد کرنا چاہیے۔ پہلا فیصلہ اور قدم یہ ہو کہ کسی بھی طرح کے آپسی تحفظات، تکلفات اور تعصّبات کو بالکل بالائے طاق رکھ کر ہر ایک معاملہ میں ملت کے تمام افراد سر جوڑ کر بیٹھیں۔ دوسرا یہ کہ ملک و ملت اور اقلیتوں اور مسلمانوں سے متعلق جتنے مسائل ومشکلات اور حاجات درپیش ہیں اس کے لئے ماضی کے تجربات اور طرز عمل اور برتاؤ خواہ وہ کتنا ہی تلخ اور مایوس کن رہے ہوں تمام سیاسی جماعتوں، شخصیات اور تنظیمات وغیرہ کے سامنے ہم بھرپور اور منظّم طور پر اور احسن طریق سے مطالبات کو رکھنے اور ملتے رہنے سے دریغ نہ کریں اور نہ مایوس ہوں۔ اسی طرح سے دیگر مذاہب کے دھرم گروؤں اور پیشواؤں تک اپنی بات پہنچانے اور ان کو ساتھ لینے کا کام ہر حال میں اور پیہم کرتے رہیں۔

یہ بات اس تناظر میں کہی جارہی ہے کہ آج جب کہ ہم ہر ناحیہ سے غیر مؤثر نظر آرہے ہیں اور بظاہر سیاسی، سماجی، اقتصادی اور فکری ناحیہ سے امت کا کوئی وزن نہیں نظر آرہا ہے لیکن کم از کم ہم اتنا ضرور مانتے ہیں اور دنیا جانتی ہے اور یہ تنظیمیں اور سیاسی پارٹیاں بھی ہمارا باوزن وموثر وجود تسلیم کریں یا نہ کریں آج بھی دنیا تسلیم کرتی ہے اور دنیا تو امیدوں پر قائم ہے ہی۔ لہٰذا ان سب کو جوڑنے کے بعد ایٹومیٹک آج بھی وزن اور بھرم قائم ہے۔ اس لئے ان تنظیموں، پارٹیوں اور شخصیتوں سے الگ الگ مل کر خود بے وزن اور بدنام نہ ہوں اور ان کو بھی بدظن وبدنام اور بے وزن نہ کریں کیونکہ آج حالات کے تناظر میں یہ کام نہیں کیا تو صاف صاف نظر آرہا ہے کہ کل صرف بدنامی اور بے وزنی تو دور کی بات ہے ان کے وجود وبقا کا مسئلہ کھڑا ہوجائے گا۔ بدنامی کی بات زور سے اس لئے کہی جارہی ہے کہ کچھ ہماری کمی، کچھ غیروں کی چالاکی، کچھ حالات کے جبر اور وقت کی سنگینی اور معاملات کی بے رخی کی وجہ سے ہمارا اکیلے میں کوئی اقدام کرنا ہمیں بے وزن بنادے گا اور خصوصاً برسراقتدار پارٹیوں سے اکیلے میں ملنے سے بدنامی اور شکوک وشبہات کے دائرے بڑھ جاتے ہیں اور مخلصین کے علاوہ طالع آزماؤں کی لاٹری کھل جاتی ہے اور بددیانت میڈیا اور زرد صحافت کو ایک موضوع مل جاتا ہے۔ اسی لئے اجتماعی

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہٰ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
امت کی سعادت کا راز اطاعتِ رسول	۶
آزمائش وفتن اور اسلامی تعلیمات	۹
گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے	۱۴
انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۱۶
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قرآن میں	۱۸
قرآن کریم کو حفظ کرنے کے چند انمول نسخے	۲۰
طلب علم کے آٹھ اہم اصول	۲۴
تکبر ایک مذموم صفت	۲۸
جماعتی خبر	۲۷
احباب جماعت ومحسنین کے نام کھلا خط	۳۱
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

طور پر پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے باہمی مشورے سے سب سے ملتے رہنا اور تبادلے خیال کرتے رہنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ ہم دوسروں کو قصوروار ٹھہراتے اور اچھوت بناتے اور کمزور سمجھتے سمجھتے خود اچھوت اور کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ بقول اصغر

ملو ملاؤ کہ ملنے سے بات بنتی ہے
اگر ملو نہ تو بنی بات بھی بگڑتی ہے

اس خصوص میں یہ بات واضح طور پر ہمارے علم اور عمل کے دائرے میں رہنی چاہئے کہ مسائل چاہے جتنے سنگین ہوں اور حالات چاہے جتنے دگرگوں ہوں، حالات و معاملات سدھرتے اور حل ہوتے ہی ہیں مل بیٹھنے سے اور خوشگوار ماحول میں کسی بھی مسئلے کا منصفانہ، عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور کسی حتمی اور بہتر نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے۔ مختلف اور متعدد سر اٹھانے والے فتنوں کا سد باب کیا جاسکتا ہے۔ فساد زدہ اور فتنہ پرور ماحول کو پوری طرح اصلاح و فلاح کے ساتھ ساحل امن و شانتی سے لگایا جاسکتا ہے اور حالات کو لائق رشک یکجہتی اور محبت کے ماحول میں بدلا جاسکتا ہے اور بدگمانیاں دور کی جاسکتی ہیں۔ شکوک و شبہات اور نت نئے پیدا ہونے والے اندیشے ختم کئے جاسکتے ہیں۔ مختلف عوارض و وجوہات کے پاداش میں پیدا ہونے والے خرخشے مٹائے جاسکتے ہیں۔

اس لیے ملنے ملانے سے ادنیٰ تغافل یا تجاہل اور احتراز و امتیاز ہمیں مزید اپنی سوسائٹی، سماج اور اچھے لوگوں سے دور کردے گا۔ اس لیے بیٹھئے اور بار بار بیٹھنے کی خو ڈالئے۔ اس میں جو کوتاہیاں اور خامیاں رہ جاتی ہیں اسے نظر انداز کیجئے اور خاطر میں لانا ہی ہو تو اسے محض اصلاح اور آئندہ ایسی کوتاہی سرزد نہ ہو کے جذبے سے لائق اعتنا سمجھئے ورنہ مضیٰ ما مضیٰ کہہ کر آگے بڑھئے، ماضی کو مت کریدیئے۔ اس کی تلخیوں کو بھلانے کی خو پیدا کیجئے اور کسی بھی بدگمانی و بدظنی، وسوسے، حسد اور کینہ اور تعصب کو ہرگز ہرگز اپنے دلوں اور صفوں میں پیدا ہونے مت دیجئے۔ ہمیشہ صفائے قلب کے ساتھ معاملات کو چست و درست رکھیے۔ ملک وملت کے مفاد کے علاوہ کوئی اور ذاتی و جماعتی اور شخصی مفاد سے ادنیٰ غرض مت رکھیے۔ پورے اخلاص، دھن اور جان و دل سے ملی اور اجتماعی کاموں کو انجام دیجئے۔ اللہ جل شانہ کی مدد و نصرت آکر رہے گی۔ مایوسیوں کو کبھی بھی پاس پھٹکنے نہ دیجیے، اپنی ذات کے ساتھ نہ ملت کے معاملات میں۔ استقامت کی راہ اپنایئے۔ بھروسہ اللہ پر کامل طور پر ہو۔ کامیابی و کامرانی کا وہ تنہا مالک ہے، اسی سے لو لگایئے۔ اور اس باب میں اسباب و وسائل اور احباب کو بھرپور طور پر کام میں لاتے ہوئے اول و آخر اللہ جل جلالہ و عز شانہ پر ہی توکل رکھیے، کیوں کہ کارساز اور مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی کاموں کو بنانے والا بھی ہے اور دلوں کو پھیرنے والا بھی۔ حضرت ابوطالب سے بڑے بڑے کام لیے۔ ان کا نام بھی بہت ہوا، مگر ان کا کام ہزار جتن کے باوجود نہ ہوسکا اور وہ مشرف بہ اسلام و ایمان ہوتے ہوتے رہ گئے۔ اس امت کا فرعون ابوجہل ابوالحکم تھا۔ مگر جہالت و ذلت کی موت مرگیا۔ نبی کی دعا بھی اس سے کترا کر گذر گئی۔ اس کا بیٹا اس کی تمام تر خصلتوں اور قوتوں کا وارث ہونے، ایمان واسلام کے درپے آزار ہونے، اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور پھر اس سے کوسوں دور بھاگنے اور گھر بار، کنبہ وقبیلہ سب کو چھوڑ کر دوسرے براعظم کا رخ کرچکنے کے باوجود وہ اسلام اور مسلمانوں اور حق کا پرجوش سپاہی ہی نہیں بلکہ سپہ سالار اور بڑا صاحب کردار اور علمبردار و پرچارک بنے۔ رضی اللہ عنہ

ثمامہ بن اثال یمامہ کا حاکم جو اسلام اور مسلمان دشمنی میں اندھا ہو چکا تھا دو تین ملاقاتوں، باتوں اور چند مشاہدوں اور تعامل کے پاداش میں جانثار و فداکار ثابت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

ہندوستان اور دنیا جہاں میں جہاں بھی نفرت کی آندھی چلی وہ غلط فہمیوں کی بنیاد پر چلی۔ خصوصا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ سازشوں کا جال بچھایا جاتا رہا ہے، پروپیگنڈوں کا بھونچال آتا رہا ہے اور نفرتوں کی بوچھار ہوتی رہی ہے۔ جب تک مسلمان اسلام کے پیروکار اور ایماندار رہتے ہیں یہ سب ہتھکنڈے ان کے لیے طرہ امتیاز اور وجہ افتخار بنتے چلے جاتے ہیں۔ خود اعداء اسلام منہ کی کھاتے ہیں یا پاسبان حرم بن جاتے ہیں۔

موجودہ پروپیگنڈائی دور میں جو بات زیادہ موثر طور پر مسلمان کے خلاف استعمال کی جارہی ہے وہ وہی پرانی کذب بیانی ہے جسے برطانوی استعمار نے پھوٹ ڈالو حکومت کرو کی پالیسی کے تحت ایجاد کیا تھا۔ ہندو مسلم کو لڑانے کی پالیسی بیحد کارگر ہو چلی تھی، ہر تاریخی عمارت میں مندر کے نشانات واثرات باور کرانے کی کوشش صرف ہورہی تھی، ہر راجا کو مسلم دشمن قرار دیا جارہا تھا اور ہر بادشاہ کو غیر مسلم رعایا کا قاتل کہا جارہا تھا۔ ہر بادشاہ ظالم و جابر دکھایا جاتا تھا اور ایک نئی تاریخ سازی کا کام ہورہا تھا۔ اس وقت ہندو اور مسلمان نے ٹھان لیا تھا کہ ہم کو ان افسانوں اور داستانوں کی نذر نہیں ہونا ہے۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ استعمار انہیں نفاق و شقاق اور اختلاف و دشمنی کا راستہ دکھا رہا ہے۔ لہٰذا ہندو مسلم کو یک جٹ ہوکر خود اسی کو باہر کا راستہ دکھا دینا ہے۔ انہوں نے جو سوچا اور سمجھا اسے کر دکھایا۔ اس کے لیے ہندوؤں میں سے عقلاء قوم نے جدوجہد کی اور مسلمانوں میں سے علماء و دانشوروں نے محنت کی اور باہم یہی نہیں کہ Divide and rule کے فارمولے کو فیل کیا بلکہ کچھ اس طرح سمجھداری و ہوشیاری اور ایمانداری کا اجتماعی ثبوت بھی دیا کہ انگریز جیسی شاطر قوم، عیار و ہوشیار استعماری قوت اور اسباب و وسائل سے مالا مال عالمی طاقت کو ایک چھوٹے سے جزیرہ میں محصور کردیا اور آزادی حاصل کرلی۔ اس وقت بھی ضرورت ہے اسی فکر مندی، جدوجہد، قومی یکجہتی اور آپسی بھائی چارہ کی۔ ملک وملت کے بچاؤ و ترقی کا اس سے زیادہ موثر اور کارگر کوئی اور ذریعہ سدھار،

سنسکار اور ہتھیار نہیں ہے۔آج رات ہی کی بات ہے کہ ایک غیر مسلم بھائی جناب اتل کمار انجان نے ایک تحریر بھیجی جو روزنامہ دینک جاگرن مجریہ ۱۷ رمئی ۲۰۰۵ میں کلا بھون ہندو یونیورسٹی کے عکسی قلمی دستاویز کی روشنی میں شائع ہوئی تھی۔دراصل وہ شاہی فرمان ہے جسے بنارس کے گورنر کو بادشاہ اورنگ زیب نے بھیجا تھا جو ہندوؤں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کو انصاف دلانے، امن وسکون سے رہنے اور ان کے مندروں کو نہ توڑنے کی ہدایت پر مشتمل ہے اور یہ کہ وہ خوشحال رہ کر ہی اس مملکت مغلیہ کے لیے دعا کریں گے، حکومت وحاکم کو رعایا خوش رہ کر ہی دعا دیتی رہے گی اور ملک وسلطنت اور بادشاہ وسلطان سلامت رہیں گے۔یہ جذبات اور اعتقادات تھے اس وقت کے بادشاہوں کی رعایا پروری اور عدل گستری کے باب میں۔مگر ہم ہیں کہ فقط اتنا ہی جاننے اور یاد رکھنے کے مکلّف بنے ہوئے ہیں جسے علامہ شبلی مرحوم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

تمھیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ اورنگ زیب ہندوکش تھا، ظالم تھا، ستم گر تھا

حالانکہ وہ اللہ والا ایسا خدا ترس اور خلق الٰہی کا اتنا خیال رکھنے والا تھا کہ حکومت کا مال اور جاہ وجلال صرف اور صرف عوام کی جان ومال اور کنبہ وعیال کے لیے ہی وقف رکھتا تھا، ورنہ ایک حبہ ودانہ بھی شاہی خزانہ سے لینا خیانت وحرام سمجھتا تھا اور بلاتفریق رعایا پر ظلم کو اپنی حکومت کے زوال کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔خصوصا اس بادشاہ نے تو حد ہی کردی تھی۔وہ ٹوپیاں سل کر اور قرآن کریم لکھ کر اپنی ذاتی ضرورت پوری کرتا تھا جس کو ہمارے برادران وطن اسکالروں اور مورخوں نے بھی تاریخ کے حوالہ اور دستاویزات اور وثائق کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

مغلیہ سلطنت کے بانی بابر کے بارے میں اللہ جانے، مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ ذات پات اور دین دھرم سے زیادہ اپنی سیات وقیادت سے سروکار رکھتا تھا۔اس نے کسی ہندو کو نہیں بلکہ مسلمان بادشاہ ابراہیم لودھی کو پانی پت میں شکست دے کر ہندوستان پر قبضہ کیا تھا اور اسی کا ہو کر رہ گیا تھا، وہ بھی تعمیر وترقی اور رعایا پروری کا عملی وقولی نمونہ تھا اور وہ شاہی فرمان اور عمدہ نشان چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے فرزند ولی عہد ہمایوں کو جو وصیت وحکم کر کے رخصت ہوا، دل چاہتا ہے کہ اس میں سے چند اصول وضوابط اور اور اس کی روشن خیالی و رعایا پروری اور مذہبی آزادی کا تذکرہ کر دیا جائے کہ اس نے اسے نظم وضبط سلطنت اور حمایت ورعایت رعیت کے حوالے سے کس قدر ملحوظ خاطر رکھا جو مرتے دم تک بھی وہ اس کے ذہن ودماغ میں حاضر اور چھایا ہوا تھا اور جسے وہ پوری زندگی عملی طور پر ثبت بر جریدہ عالم اور نقش بر قلوب واذھان عوام وخواص کرتا گیا اور مرتے وقت بھی آنے والے اپنے جانشینوں کے لیے ثبت بر قرطاس کر گیا۔یہ تاریخی باتیں ہی سہی بقیہ حکمرانوں اور سیاستدانوں کا حال وحقیقت اس وقت کوئی کیا جانے۔ان کی دنیا ہی الگ ہوتی تھی۔سچ ہے۔

رموز مملکتِ خویش خسرواں دانند

مگر ہم ماضی میں کھو کر اور الجھ کر اپنے حال ومستقبل کو مشکل اور بے چینی کا ذریعہ بنائیں یہ مناسب اور برمحل نہیں ہے۔نہ ہمیں اس سے کچھ زیادہ لینا دینا چاہیے۔

ظہیر الدین بابر کی وصیت برائے فرزند وجانشین نصیر الدین ہمایوں ملاحظہ کیجئے اور اس کی عدل گستری، رواداری اور اصول پسندی کا ثبوت آپ بھی اپنی زندگی میں دیتے رہیے۔تاکہ باہمی میل محبت اور تعاون واشتراک سے ملک وملت تعمیر وترقی سے ہمکنار ہوتی رہے۔

۱۔مذہبی تعصّبات سے اپنے دماغ کو متاثر نہ ہونے دو اور ہر قوم ومذہب کا لحاظ رکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ انصاف کرو۔

۲۔خصوصا گائے کے ذبیحہ سے باز آؤ۔

۳۔تم کبھی کسی پرستش گاہ کو منہدم نہ کرنا اور انصاف پسند ہونا تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار ہوں۔

۴۔داد ودہش میں کمی نہ کرنا۔عدل وانصاف ورضاء الٰہی کو اپنا اصول بنانا، رعایا کے ساتھ نگہبانی اور رعایت کا معاملہ کرنا۔(مفتی شوکت علی فہمی، ہندوستان کی اسلامی حکومت)

یہ اور اس طرح کے بہت سے شواہد ووثائق ہیں جس سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔اسی طرح ہندو راجاؤں اور دھرم گروؤں اور علماء ومشائخ کے کارنامے اور رواداریاں ہیں جسے غیر جانبدار مورخین نے قلم بند کیا ہے۔اور ان کی رعایا پروری، انسان دوستی، قومی یکجہتی اور محبت ویگانگت کے قصے دہرائے ہیں۔اور یہ تو مسلّم ہے کہ راجاؤں کے یہاں مسلمان منتری، سیناپتی اور صلاح کار اور بادشاہوں کے یہاں ہندو وزراء وسپہ سالار اور مشیر کار کثرت سے ہوا کرتے تھے۔وہاں ہندو مسلم کا کوئی بھید بھاؤ تھا ہی نہیں۔ضرورت ہے اس ماحول اور ملک اور برصغیر کے تمام ممالک وبلدان اور ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان میں پھیلانے اور پڑھنے پڑھانے کی جس سے اللہ کی زمین اس کے بندوں کے لئے جنت نشان اور باعث سکون جسم وجان اور راحت قلب اور سلامت ایمان ثابت ہوگا خصوصا اس سلسلہ میں بابو شری کرشن ورما، اکھلیش جائیسوال، ڈاکٹر ریتا جوشی، بابو نارائن، بابا ملوک داس، ڈاکٹر راجندر پرشاد، چودھری چھوٹو رام، آچاریہ سری پی رائے، ڈاکٹر اوم پرشاد پرساد، مہاتما گاندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی تحریروں کا مطالعہ بہت سی غلط فہمیوں کے ازالہ کا باعث ہوگا۔اور ہماری قومی یکجہتی اور انسانی ہمدردی اور ہم وطنی کے بہتر تاریخی سلسلہ کو مضبوط ومحفوظ رکھنے کا مؤثر ذریعہ گا۔اور دین ومذہب اور دھرم نے ہمیں اللہ کی زمین پر ان کے مخلوق خصوصا حضرت انسان کی کرامت وشرافت کو برقرار وملحوظ خاطر رکھنے کا جو سبق دیا ہے وہ یاد اور تازہ ہوتا رہے گا۔

امت کی سعادت کا راز اطاعتِ رسول

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

قارئین کرام! انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں اعتدال وتوازن قائم کرنے کے لئے خالق کائنات کی رہنمائی ضروری ہے اور اس کی رہنمائی وہدایت کا سب سے اہم ذریعہ نبیؐ کی ذات گرامی ہے، اس لئے کہ نبیؐ پر اللہ کی نظر ہوتی ہے، ان پر وحی آتی ہے اور بذریعہ وحی انہیں یاددہانی بھی کرائی جاتی ہے اور یہ تاکید بھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر اپنی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکالیں ورنہ یاد رکھیں، وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقة: ٤٤) ''اور اگر یہ ہم پر کوئی بات بنالیتا۔ تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔''

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم مختلف انداز واسلوب میں اطاعت رسول پر زور دیتا ہے کہیں اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران: ٣٢) ''کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔''

اور کہیں اطاعت رسول کو اللہ کی اطاعت، منفرد دین کی اساس، ایمان کی بنیاد، محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا راستہ بتاتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء: ٨٠) ''اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی'' فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء: ٦٥) ''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمان برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔'' فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور: ٦٣) ''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے۔''

یہ ہے دین میں اطاعت رسول کا مقام اور سنت نبوی کی اہمیت اور اس کی تشریعی حیثیت۔

مفہوم اطاعت یہ ہے کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا یا جسے کرنے کا حکم دیا یا کسی کو کرتے دیکھا اور اسے منع نہ فرمایا وہ کام کریں۔ اور جو عمل آپ نے نہیں کیا اور نہ اسے کرنے کا حکم دیا اسے نہ کریں۔ اس کا نام اتباع رسول ہے۔

اتباع سنت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ کوئی بھی عبادت اسی انداز واسلوب میں کی جائے جس انداز وکیفیت وصفت میں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے اور محمد رسول اللہ کے امتی ہونے کے ناطے ہمارے اوپر یہ لازم وواجب ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی اتباع وپیروی کریں اس کے بغیر دنیوی کامیابی، اخروی سعادت، نجات، اور حصول جنت ممکن نہیں ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم رسول کی اطاعت کیوں کریں؟ اس لئے کریں کہ ہمیں اللہ نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء: ٦٤) ''ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔'' اس لئے کریں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین کے معاملے میں جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے۔ اپنی طرف سے وہ کچھ نہیں کہتے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم: ٣) ''اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔'' اس لئے کریں کہ آپ خود ہدایت (صراط مستقیم) پر گامزن ہیں اور اسی ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (انعام: ١٦١) ''آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے'' وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الشوری: ٥٢) ''بیشک آپ راہ راست کی رہبری کر رہے ہیں'' اس لئے کریں کہ وہ ہمارے لئے آئیڈیل وبہترین نمونہ ہیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب: ٢١) ''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔'' اور اس لئے بھی کہ ان کی اطاعت دخول جنت کا سبب ہے۔ من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی (بخاری: ٧٢٨٠)

واضح رہے کہ جب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ مانتے ہیں اور آپ کو بحیثیت رسول تسلیم کرتے ہیں تو ہمارا یہ ماننا اور تسلیم کرنا ہی آپ کی اطاعت کو لازم اور ضروری قرار دیتا ہے، یہ کیا ماجرا ہے کہ ہم رسول اللہ تو کہتے ہیں اور مانتے بھی لیکن

جب بات اطاعت کی آتی ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں، دائیں بائیں دیکھتے ہیں کبھی حدیث کی تاویل اور راوی حدیث کی فقاہت پر گفتگو کرنے لگ جاتے ہیں جب کہ مشرکین عرب بھی اس واضح حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ جو رسول ہوگا بات اسی کی مانی جائے گی دیکھا نہیں کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کے دفعات لکھے جارہے تھے اور جب یہ لکھا گیا کہ یہ صلح محمد رسول اللہ اور سرداران مکہ کے درمیان ہے۔تو اس نے کہا کہ نہیں لفظ رسول اللہ کو مٹا دیں اس لئے کہ جب ہم آپ کو رسول اللہ تسلیم ہی کرلیں گے تو پھر جھگڑا اور اختلاف کیسا پھر ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے دست مبارک سے مٹا دیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کو رسول کی حیثیت سے تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اطاعت ان کی جائے گی بات ان کی چلے گی، طوطی ان کی بولے گی، اب یہ جس چیز کو جائز کہہ دیں گے وہ جائز اور جسے ناجائز کہیں گے وہ ناجائز ہوگی۔

اور جن خوش نصیب انسانوں نے آپ کی رسالت کو تسلیم کرلیا، وہ نبی کے اشاروں پر جان دینے کو تیار ہوگئے آپ کے عادات واطوار کو بھی حرز جان بنالیا اور انہوں نے اطاعت کی ایسی مثالیں قائم کیں جو قیامت تک انسانیت کے لئے چراغ راہ ثابت ہوں گی۔ان کی پوری زندگی قرآن وسنت کے قالب میں ڈھل گئی، آج ہم ان صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں ان کے فضل کا اعتراف بھی کرتے اور ان سے اظہار محبت وعقیدت بھی لیکن ہم صحابہ جیسی طرز زندگی اختیار نہیں کرتے ہیں اور ان کی زندگی کے قالب میں اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے۔

یہ صحابہ کرام روئے زمین کا افضل ترین طبقہ ہیں، جنھوں نے سب سے پہلے آپ کے پیغام کو قبول کیا اور پیغام رسالت کا بار امانت اپنے ناتواں کندھے پر اٹھایا، جن کے ذریعے گلشن دعوت اسلام میں باغ وبہار آئی، اور جن کے گرم گرم خونوں نے شجر توحید کی آبیاری کی اور صبر وثبات، فدائیت وجان نثاری اور اطاعت گذاری کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج یہ تھا کہ یہ فیصلے کتاب وسنت سے لیتے تھے اور اپنے تمام اختلافات میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق ہوا، آپ کی وفات ہوئی یا نہیں اور جیسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ نے یہ آیت پیش کی **انک میــت وانهــم میتــون** (الزمر:۳۰) اختلاف ختم اور سب کو آپ کی موت کا یقین ہوگیا۔اختلاف خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں ہوا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی **الائمة من قریش** (مسند احمد ۱۹۷۷۷) خلیفہ قریشی ہوگا۔

سب نے اپنی گردنیں جھکالیں، اختلاف آپ کے دفن کے بارے میں ہوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی، **ماقبض اللــه نبیاالافی الموضع الــذی یحــب ان یدفن فیه** (ترمذی:1018) اللہ نبی کو جس مقام پر وفات دیتا ہے وہیں ان کے دفن کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔حدیث آگئی مسئلہ حل ہوگیا حجرۂ نبوی میں قبر کھودی جانے لگی اور آپ وہیں دفن کئے گئے۔اختلاف وراثت کے بارے میں ہوا، ازواج مطہرات، فاطمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اپنے اپنے حصے کا مطالبہ کرنے لگے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی **لانورث ما ترکناہ صدقة** (مسلم ۱۷۵۷) ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں وہ صدقہ کردیئے جائیں گے۔حدیث سنا سب خاموش ہوگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر عمل کرتے تھے خواہ وہ عقل کے مطابق ہوں یا نہ ہوں۔ نبی محترم ظہر کی نماز پڑھا رہے ہیں حالت نماز میں ایک قدم آگے بڑھے اور پیچھے ہٹ گئے۔نماز کے بعد ابی بن کعبؓ نے پوچھا **یـــا رسول الله صنعت الیوم فی صلاتک شیئا ماکنت تصنعه** آج آپ نے دوران نماز کچھ ایسا کیا جو آپ نہیں کرتے تھے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے جنت کو میرے سامنے پیش کیا میں نے سوچا کہ انگور کا ایک خوشہ توڑ لیتا ہوں تا کہ تمہیں دکھلاؤں لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔(مسلم)

کسی صحابیؓ نے یہ نہیں کہا کہ میں تو آپ کے پیچھے تھا، میں نے نہیں دیکھا، یہ جنت کیسے آگئی۔ان کا ایمان وعقیدہ ان کا مزاج ومنہج یہ تھا کہ نبی کا دیکھنا میرے لئے دلیل جنت آگئی اس پر ہمارا ایمان ہے کیوں کہ اس کے فرمانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا منہج یہ تھا کہ وہ حدیث ملنے کے بعد اپنے فیصلے بدل دیتے تھے اور حدیث پر عمل کرتے تھے۔اور اس کی مثال شیخین کی زندگی میں دیکھیں۔ایک عورت دادی کی حیثیت سے اپنا حق مانگنے آئی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا **مـــالک فی کتاب الله تعالیٰ شئی** آپ کے لئے قرآن میں کوئی حصہ نہیں ہے لیکن جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو ۱/۶ سدس دیا تھا۔**فانفذہ لها ابوبکر** پھر ابوبکر صدیق نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے دادی کو حصہ دیئے جانے کا حکم صادر فرمادیا (ابوداؤد کتاب الفرائض)

اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کردیا کہ **ولا تــرث الـمرأة مــن دیة زوجهــا** شوہر کی دیت سے عورت کو حصہ نہیں ملے گا لیکن جب ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے گواہی کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیغام بھیجا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں **فـرجع عمر** پھر تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے سے رجوع کرلیا۔(ابوداؤد کتاب الفرائض)

یقین مانیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی فتح ونصرت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع سے جوڑرکھا ہے، جو نبی کی اطاعت کرے گا، وہ غالب رہے گا، اسے رب کی نصرت وحمایت حاصل ہوگی اور جو آپ کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے ذلت ورسوائی ہے، امت کی زندگی کا راز رب کی اطاعت اور نبیؐ کی سنت وسیرت کی اقتداء وپیروی میں پنہاں ہے تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے زندگی کے سخت ونازک موڑ پر بھی اپنے رسول کی اطاعت کی ہے اور اسی لئے اللہ نے انہیں فتح ونصرت سے نوازا یہ ابوبکر صدیق ہیں جنہوں نے انتہائی نازک گھڑی جب کہ قبائل در قبائل اسلام سے منحرف ہو رہے ہیں، مانعین زکوۃ کا فتنہ اٹھ کھڑا ہے، مدعیان نبوت سر اٹھا رہے ہیں اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر کو شام روانہ کرتے ہیں، ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ جتنا جلد ہو اس خواہش کی تکمیل کی جائے جسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے کر دنیا سے چلے گے، یہ اتباع رسول کی برکت تھی کہ اس لشکر کو رب العالمین نے کامیابی سے ہمکنار کیا، مال غنیمت عطا کیا، لوگوں کے دلوں میں مجاہدین اسلام کی ہیبت بیٹھائی۔ اسلام کا رعب چھایا اور دشمنوں کے مکروفریب سے ان کو محفوظ رکھا۔

جب سر میں ہوائے طاعت تھی سرسبز شجر امید کا تھا
جب صرصر عصیاں چلنے لگی اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا

جان بوجھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا، عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے اور ممکن ہے کہ ایسے نافرمانوں کو اللہ فوراً ابتلائے عذاب کر کے نشان عبرت بنادے۔

سلمہ بن عمرو بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے لگا (حالانکہ اس کا دایاں ہاتھ سلامت تھا) آپ نے فرمایا **کل بیمینک** دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا **لا استطیع** میں داہنے ہاتھ سے کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا **لا استطعت** اب تم کبھی اس ہاتھ سے نہیں کھا سکتے۔ راوی کا بیان ہے میں نے اسے پوری زندگی دیکھا، اس کا ہاتھ اس کے منھ تک نہیں اٹھ سکا۔ (مسلم ۲۰۲۱)

مقام افسوس ہے کہ آج قرآن وسنت پر عمل کا جذبہ سرد پڑ گیا ہے، تعلیمات نبوی طاق نسیاں بن گئیں، اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں۔ کہیں عقیدے میں جھول ہے تو کسی کے یہاں سنت سے بے زاری ہے، مسلکی عناد اور فقہی تصلب کا غلبہ ہے۔ مسلم معاشرے سے دین حق کی روح اور روحانیت ختم ہو رہی ہے اور یہ سب اللہ کی اطاعت سے دوری اور احکام شریعت سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے۔ آج مسلمان اس اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں جسے لے کر پیغمبر اسلام آئے تھے اور جس اسلام پر صحابہ کرام عمل پیرا تھے، ہم نے اسلام کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش ہے، اسلام کے نام پر ہم نے بہت سارے غیر اسلامی اعمال کو داخل کردیا ہے، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ع تیری بربادی کا چرچا کر رہا ہے آسمان

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

آزمائش وفتن اور اسلامی تعلیمات

مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی

یہ دنیا دار العمل ہے۔ ابتلاء وآزمائش کی آماجگاہ ہے۔ عالم برزخ عالم آخرت کا ایک حصہ اور اہم مرحلہ ہے۔ عالم آخرت دار الجزاء اور دار القرار ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی تکلیف مصیبت اور مشکل کا سامنا کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ ساری پریشانیاں اور آزمائش اللہ جل شانہ کی طرف سے مقدر ہوتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (البقرہ:۱۵۵)

یہ آزمائش خیر وشر دونوں ذرائع سے ہوتی ہے۔ فرمان باری ہے: ”وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (الانبیاء:۳۵) خیر میں انسان کی آزمائش اس لئے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان شکر ادا کرتا ہے یا ناشکرے پن اور کفر پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اور شر میں آزمائش اس لئے ہوتی ہے کہ دیکھا جائے انسان صبر کرتا ہے یا شکوہ شکایت، جزع فزع، بے صبری اور فجور میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

انسان کے احوال خیر وشر کے مابین ہوتے ہیں کبھی اچھائی اور خوشحالی نصیب ہوجائے تو بڑا خوش ہوجاتا ہے اور پھولے نہیں سماتا، اور کبھی حالات نامناسب ہوجاتے ہیں تو رنج والم میں ڈوب جاتا ہے۔ خوشی کافور ہوجاتی ہے۔ اسی طرح انسان کی طبیعت اور فطرت ظلم وجہل پر مبنی ہے۔ انسان رب کی نعمت پا کر خوشی ومسرت سے جھوم جاتا ہے اور رب کے فضل کو بھول جاتا ہے، اعتراف نہیں کرتا، بلکہ اپنی برتری، خاندانی وجاہت، اپنی اہلیت وقابلیت اور استحقاق کا احساس دلاتا پھرتا ہے۔ جب کبھی رب کی نعمت سے محرومی ہوجاتی ہے تو بول اٹھتا ہے کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔ مجھے وہ رتبہ ومقام اور حق نہیں مل رہا جو ملنا چاہیے، میرے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰئهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ (الفجر:۱۵-۱۶)

آزمائش مومن کے لئے نعمت ہے:

انسان کی بحیثیت انسان ہونے کی یہ حالت ہوتی ہے۔ لیکن ایک مومن صاحب ایمان کی شان اس سے جدا ہوتی ہے۔ مومن پریشانی کے عالم میں صبر کا مظاہرہ کرتا ہے اور رب کی طرف انابت اور رجوع کرتا ہے۔ خوشحالی وفراوانی میں اللہ کا شکر بجالاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کی شان کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ عجبا لأمر المؤمن ان أمره كله خير وليس ذلک لأحد الا للمؤمن ان اصابته سراء شكر فكان خيرا له، وان اصابته ضراء صبر فكان خيرا له (مسلم: ح۲۹۹۹)

غرض یہ کہ مومن کے لئے آزمائش موجب تکلیف وپریشانی نہیں بلکہ اس کے لئے یہ ایک نعمت ہے اور رب کا فضل ہے۔ یہ اس کے لئے زیادتی اجر وثواب کا ضامن، کفارۂ سیئات اور بلندی درجات کا باعث ہے بشرطیکہ صبر وشکر کے ساتھ آزمائش کے ان لمحات کو خندہ پیشانی سے گذارے اور اللہ جل شانہ پر ایمان کامل کے ساتھ تقدیر پر ٹھوس ایمان ویقین رکھے۔

ابتلاء وآزمائش اللہ کی سنت ہے:

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ آزمائش کی یہ گھڑیاں بنی آدم پر ہر دور میں آئیں اور تا قیامت آتی رہیں گی۔ نیز یہ کہ سب سے زیادہ اور سخت آزمائشیں مخلوق میں سب سے برگزیدہ اور برتر نفوس انبیاء علیہم السلام پر آئیں۔ انھوں نے نہایت ہی صبر وعزیمت اور استقامت سے حالات کا مقابلہ کیا، رب العالمین سے رشتہ مضبوط کیا، اس کی جناب میں سرخرو ہوئے اور اعلیٰ مقام وعظیم رتبے پر فائز ہوئے۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے اصحاب رفقاء وجانثاران بھی اس آزمائش سے دوچار ہوئے، دین کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے انھوں نے اپنے جان ومال نچھاور کردیئے۔ بفضل الٰہی وہ بھی امتحان میں کھرے اترے اور انھیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ بذریعہ وحی الٰہی عطا کیا گیا۔

امتحان وآزمائش کی یہ ساعتیں اخلاف امت پر بھی آئیں اور آتی رہیں گی۔ اہل ایمان اس کسوٹی پر پرکھے جاتے رہیں گے۔ یہ اللہ کی سنت ہے۔ جس میں انھیں اللہ کی خالص توحید اور اس کی طاعت، دینی استقامت، صبر وہمت، جانفشانی، بردباری اور حکمت ودانائی سے کام لینا ہوگا۔ تاکہ صحیح معنوں میں دین کی سربلندی اور اس کی رفعت کا کام ہوسکے اور رب کے رضوان اور اس کی نصرت کا مستحق بن سکیں۔

فتنہ، معنی ومفہوم: فتنہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ عربی معاجم میں اس کا اصل معنی ”اختبار“ امتحان، جانچ کرنے اور پوشیدہ شئی کو ظاہر کرنے کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال ابتلاء وآزمائش کے لئے ہونے لگا۔ اس کا کثرت سے استعمال ناپسندیدہ آزمائش کے لئے ہوتا ہے۔

کتاب وسنت کے نصوص میں اس کے متعدد معانی ومفاہیم سیاق وسیاق سے مستعمل ہیں جسے اہل علم نے ثبت کیا ہے۔ چنانچہ کفر وشرک، معاصی ونفاق، حق وباطل میں اشتباہ، بے اطمینانی وپریشان خیالی، فریفتگی ودیوانگی، اختلاف رائے، اضلال وگمراہی، عذاب، احراق، ازالہ، صرف عن الشئی، صدعن الدین والحق، فتنہ وفساد اور ہنگامہ وغیرہ جیسے معانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ فتنے اور بلائیں کچھ اللہ جل شانہ کی طرف سے مقدر ہوتی ہیں جس میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت پنہاں ہوتی ہے۔ البتہ بعض فتنوں کا ظہور وصدور بندوں سے ہوتا ہے۔ بندے اس کا سبب ہوتے ہیں۔ جو مذموم عمل ہے اللہ تعالیٰ فتنہ وفساد اور فتنہ انگیزی کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ (النہایہ لابن الاثیر ۳/ ۴۱۱، القاموس الوحید ۲/ ۱۲۰۳، حاشیہ الترمذی)

عصر حاضر میں جدید اصطلاح کی روشنی میں فتنہ کی تشریح اور توضیح اور اس کے اوصاف بعض اہل علم نے کچھ یوں بیان کئے ہیں۔ کہ کسی مسلمان کے دل میں پیدا ہونے والے نفسانی وشہوانی فاسد خیالات اور شکوک وشبہات جو اس کے دین اور دنیا کی تباہی وبربادی کا سبب ہو فتنہ ہے۔ یہ فتنے ابتداء میں بڑے حسین اور مزین خوبصورت ہوتے ہیں، قلب ودماغ کو موہ لیتے اور ذہن کو ماؤف کردیتے ہیں۔ البتہ رواج پانے اور جڑ پکڑ لینے کے بعد اس کے شر وتباہی سے بڑے چھوٹے، عالم وجاہل، عامی اور طالب علم کوئی نہیں بچ پاتا، ابتداء وآغاز میں اس کا معاملہ مشتبہ اور گول مول ہوتا ہے۔ البتہ انجام کار بالکل واضح، نمایاں اور افسوس ناک ہوتا ہے۔ (دیکھیں: کتاب انواع الفتن لدکتور اباالخیل)

فتنہ کے اشکال:

ان فتنوں کے انواع واشکال سے متعلق تذکرہ اور گفتگو طوالت کا باعث ہے۔ ائمہ کرام اور محدثین عظام نے اپنی منتخب ومرتب کردہ کتب احادیث میں کتاب الفتن والملاحم اور اشراط الساعۃ کے عناوین سے ابواب قائم کئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث وروایات کو جمع کردیا ہے۔ ان میں بعض فتنے اتنے خطیر اور جسیم ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے اللہ کی پناہ مانگتے اور امت کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا تشهد احدكم فليستعذ بالله من أربع يقول: اللهم انى اعوذبك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات ومن شر فتنة المسيح الدجال** (مسلم: ح: ۵۸۸)

فتنہ سے متعلق چند احادیث کے چند نمونے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں فتنہ وفساد، معاصی وفجور، برائیوں اور خرابیوں کے وقوع پذیر ہونے کی پیشین گوئی فرمائی ہے اور امت کو اس سے آگاہ ومتنبہ رہنے کی تلقین، نیز اپنی دنیا وآخرت کی حفاظت اور محفوظ بنانے کی رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ ذیل میں احادیث کے چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے گھروں میں فتنے بارش کے قطروں کی طرح گرتا دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح بخاری ح ۳۵۹۷)

☆ آپؐ نے فرمایا: آخری زمانے میں فتنے رونما ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے۔ میرے بعد میری امت فتنے سے گھری ہوگی جیسے تاریک رات کے ٹکڑے، آدمی صبح مومن ہوگا، شام کو کافر بن جائے گا، شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر، لوگ اپنے دین کو دنیا کی معمولی قیمت سے بیچ ڈالیں گے۔ (صحیح مسلم: ح ۱۱۸)

☆ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ علم اٹھالیا جائے گا، جہل وجہالت کا دور دورہ ہوگا، زنا کاری وبدکاری پھیل جائے گی، شراب نوشی عام ہوگی، عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت ہوگی حتی کہ پچاس عورتوں کا ایک قیم ہوگا۔ (ترمذی: ح ۲۲۶۵)

☆ تمہارے پیچھے کچھ ایسے ایام آئیں گے جس میں علم اٹھالیا جائے گا، ہرج کی کثرت ہوگی، عرض کیا گیا یارسول اللہ: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل، یعنی قتل وخونریزی کی کثرت ہوگی۔ (ترمذی ح ۲۲۰۰)

☆ دین میں بلا علم ودلیل اور سند کے باتیں کرنا، نئی نئی باتیں لانا اور گھڑی وموضوع باتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا، فتنہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جسے نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباء واجداد نے، تم ان سے اپنے آپ کو بچاؤ اور انھیں اپنے سے دور رکھو (مسلم: ح: ۶)

☆ انسان کے لئے مال ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرامت کا ایک خاص فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ **ان لكل امة فتنة، وفتنة امتى المال** (ترمذی: ح: ۲۳۳۶) قرآن کریم نے بھی مال اور اولاد کو فتنہ وآزمائش قرار دیا ہے۔

☆ ظالم کو بے لگام چھوڑنا، اس پر خاموشی اور آنکھ بند کرلینا یہ بھی فتنہ ہے، فتنہ کو دعوت دینا اور عقاب وآزمائش کو مول لینا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان الناس اذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه** (ترمذی: ح: ۲۱۶۵)

☆ خواتین اور ان کی بے راہ روی بھی فتنہ ہے، ابوعثمان النہدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں نے اپنے بعد اپنی امت کے مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ ضرر رساں نہیں چھوڑا۔ (صحیح مسلم: ح ۲۷۴۰)

☆ فسق وفجور اور معاصی کی کثرت تباہی کا پیش خیمہ ہے، ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ صالحین کے ہوتے

ہوئے ہم ہلاک ہوجائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: نعم، اذا کثر الخبث (صحیح ابن حبان ح۶۸۳۱) وفی روایة الترمذی اذاظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور. (سنن الترمذی: ح۲۲۱۲ عن عمران بن حصین)

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت، پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم اس میں مبتلا ہوجاؤ تو ان کی سزا ضرور ملے گی۔ میں تمہارے اس میں مبتلا ہونے کی اللہ سے پناہ چاہتا ہوں۔

۱۔ جب کسی قوم میں بے حیائی علانیہ ہونے لگے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں میں نہیں تھیں۔

۲۔ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں تو انھیں قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعہ سزا دی جائے گی۔

۳۔ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ دینا بند کردیں تو ان پر آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے اگر بہائم روئے زمین پر نہ ہوتے تو بارش کبھی نہیں ہوتی۔

۴۔ جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑ دیں تو اس پر دوسری قوم کے دشمن مسلط کردیئے جاتے ہیں، وہ ان سے وہ سب کچھ لے لیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔ جب کسی قوم کے امراء وحکام، پیشوا وسربراہان اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے، من مانی کریں گے۔ اللہ نے جو فرامین اتارے ہیں اسے اختیار نہیں کریں گے۔ تو اللہ ان میں آپس میں اختلاف پیدا کردے گا اور انھیں کسی لڑائی میں مبتلا کردے گا۔ (ابن ماجہ: ح۴۰۱۹، صحیح الجامع ح۷۹۷۸)

☆ صحیح مسلم کی روایت ہے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی آئے ان پر یہ لازم تھا کہ وہ اپنی امت کو ان تمام باتوں کی رہنمائی کریں جو ان کے لئے خیر اور بہتر ہو اور ان تمام امور سے ڈرائیں جو ان کے لئے شر اور مضر ہو۔ تمہاری اس امت کی عافیت اس کے اوائل (پہلے لوگوں) میں رکھی گئی ہے۔ اور آخر والوں کو سخت بلائیں ہوں گی۔ ایسے امور رونما ہوں گے جنھیں تم ناپسند کروگے، فتنے ہوں گے جو ایک دوسرے کو معمولی بنادیں گے یعنی بعد میں آنے والے فتنے پہلے سے زیادہ خطرناک ہوں گے۔ فتنے رونما ہوں گے۔ مومن کہے گا یہ فتنہ مجھے ہلاک کردے گا، مار ڈالے گا، پھر وہ ختم ہوجائے گا اور دوسرا فتنہ رونما ہوگا۔ مومن کہے گا بس میری ہلاکت اسی میں ہے ہر آنے والا فتنہ پہلے سے برا ہوگا، کثرت فتن کے سبب مومن موت کی تمنا کرے گا۔ لہٰذا جو شخص جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کا خواہش مند ہو اسے جب موت آئے تو اس کا ایمان اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ہو، اور لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک وہ اپنے لئے چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ح۱۸۴۴)

موجودہ حالات اور مسلمان:

مندرجہ بالا نمونۂ احادیث پر غائر نگاہ ڈالی جائے اور اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ساری پیشین گوئیاں ہمارے اسی زمانے کے لئے ہیں موجودہ زمانہ پر یہ حرف بحرف صادق آتی ہیں۔

آج فتنوں کا دور دورہ ہے۔ ہر سو تباہی مچی ہے۔ دنیا کے جس خطے اور گوشے پر نگاہ اٹھائی جائے تو فتنہ وفساد، تباہی وبربادی کے دلدوز مناظر ہی نظر آتے ہیں، قتل وخونریزی، عزت وناموس کی پامالی، عریانیت وفحاشی، بدکاری وبے حیائی، زناکاری وشراب نوشی، محاسن اخلاق کا فقدان، دناءت ورزالت کا پروان، فکر ونظر کی کجی، دین حق وتوحید سے بے اعتنائی، اصول دین ومذہب سے بیزاری، عقل کی حکمرانی اور آزاد خیالی جیسے خوئے بد نے سماج میں اپنی حکمرانی جمالی ہے اور ہر سو مکمل انارکی پھیلی ہوئی ہے۔ عالمی منظر نامہ یہ ہے کہ ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگلنے کے درپے ہے۔ یا اپنی طاقت وقوت کا مظاہرہ اور اپنی عظمت وبرتری کی رونمائی اور اپنی دھاک جمانے کے لئے کوشاں ہے۔ اسلامی دنیا کی حالت بڑی دگرگوں ہے۔ وہ زخموں سے کراہ رہا ہے۔ اس کی اکثر آبادی دردر کی ٹھوکریں کھارہی ہے۔ عالم اسلام کی اکثریت کا علم تو اسلامی ہے۔ لیکن ان کے نفوس ووجدان روح ایمانی اور ثوابت اسلامی سے بالکل عاری ہیں۔ اسلام کی صحیح اور اصلی تعلیمات اور اقدار سے وہ کافی دور ہیں۔ اور بعض جن ممالک میں صحیح عقیدہ وفکر اور ایمان واسلام کی جڑیں بحمداللہ ابھی مضبوط ہیں اور مسلمانان عالم ان سے دینی وروحانی لگاؤ رکھتے ہیں، اور اسلامی اقدار اور اس کے تحفظ کے تئیں بڑی توقعات وابستہ رکھتے ہیں ان کے یہاں بھی حالات بڑی تیزی سے بدلنے لگے ہیں۔ مغربیت کا عکس ان پر بھی پڑنے لگا ہے۔ اور مغربی عفریت کا جادو چڑھنے لگا ہے۔ آزادی فکر اور روشن خیالی نے وہاں قدم جمانا شروع کردیا ہے۔ اسلامی تعلیمات واحکامات پر گرفت کمزور ہوتی جارہی ہے۔ نسل نو ماضی کی اپنی قدیم وراثت، اسلامی روایات اور اقدار کو طاق نسیاں رکھ کر مغرب کی پرفریب چمک دمک سے اپنے مستقبل کی تابناکی کا خواب دیکھ رہی ہے۔ اس طرح مغرب کے اثرات اور آزاد خیالی کی لو اسلام کے ثوابت اور اخلاقی ودینی اقدار پر رفتہ رفتہ غالب ہوتی جارہی ہے۔ اللہ جل شانہ ان ممالک کو مغرب کی یلغار اور اس کے شر وفساد سے محفوظ رکھے، اس کے امراء وحکام، علماء وعوام کو اسلام کی حقانیت کا برملا اظہار کرنے، اس کے تحفظ کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرنے اور اسلامی احکام وتعلیمات کی تنفیذ اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے اور ہر طرح کے داخلی وخارجی، سیاسی وفکری فتنے سے محفوظ رکھے۔ آمین

ہمارا ملک ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے۔ اس میں مختلف ادیان وفرق، مختلف

افکار ونظریات اور ملل کے حامل انسان رہتے اور بستے ہیں۔ یہ ملک برسوں سے امن وشانتی کا گہوارہ اور دنیا کے لئے ضرب المثل رہا ہے۔ ہر فکر ونظر اور ملل کے لوگ آپسی بھائی چارہ قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں۔ یوں تو طبقہ حاکمہ اور ملک کا اکثریتی طبقہ ہمیشہ سے اقلیتی طبقہ کو کچھ نہ کچھ زک پہنچانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اور انھیں اپنی اکثریت کے زعم کا احساس دلاتا رہا ہے۔لیکن ادھر حالیہ کچھ برسوں سے اس ملک کی محبت آمیز پرسکون وما مون فضا الجھن واضطراب اور نفرتوں سے معمور اور مکدر ہوتی جارہی ہے۔ اکثریتی طبقہ کے بعض سخت گیر عناصر نفرت کے سوداگر ایسا زہر گھول رہے ہیں اور افراتفری کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ وہ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کو زدوکوب کرنے، ان کی املاک کو تباہ وبرباد کرنے، ان کی عزت وناموس پروار کرنے، سیاسی قوت ختم کرنے ان کے وجود اور تشخص کو مٹانے، ان کی قدیم وراثت اور تہذیب وثقافت کو جڑ سے ختم کرنے کے فراق میں ہیں۔ نیز ملک کی سیکولر شبیہ کو ختم کرنے پہ کوشاں ہیں۔ایسے لوگوں کو حکومت وقت کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے یہ اظہر من الشمس ہے۔ادنی فہم وفراست کا حامل انسان اسے بخوبی سمجھتا ہے۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اس ملک کے مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ دینی ودنیاوی، ملی وسیاسی، سماجی واقتصادی ہر ناحیہ سے انتہائی کمزور ہیں۔ مذہبی ومسلکی اختلاف اور فکری انحراف نے انھیں دین حق، دین قویم سے بہت دور کررکھا ہے۔ان کی اکثریت بظاہر مسلمان ہے، لیکن ان میں اسلام کی روح اور روحانیت مفقود ہے۔ دینی وملی قیادت میں وحدت کا فقدان ہے۔ سیاسی بصیرت اور قوت منتشر ومہجور ہے۔ عوام الناس بے یار ومددگار حیران اور مجبور ہیں۔بعض ملی جماعتوں میں اگر کچھ شعور، تحریک اور بیداری ہے تو وہ بھی موجودہ حالات سے حیران وششدر ہیں۔کوئی حکمت عملی اپنانے اور اس کا اظہار کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ جبکہ اکثر دینی تحریکیں، جماعتیں اور سماجی قیادتیں اپنے کان میں تیل ڈالے، آنکھ موندے، منہ بند کئے ہوئے خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔اس کے عوامل اور وجوہات جو بھی ہوں۔

سماج اور معاشرے کا حال یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے تخلف کا شکار ہے۔ ہماری سماجی اور اخلاقی اچھی قدریں اغیار نے لے لیں اور ان کی تمام خرابیاں ہمارے سماج نے اپنالی، فکری انحراف اور آزاد خیالی نے دینی اقدار اور اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا، معاشرہ تعلیم وتعلم سے لاپرواہ ہے۔ اگر کچھ تعلیم یافتہ ہیں تو وہ دینی وشرعی علوم سے ناواقف ہیں۔ اور شرعی علوم سے دلچسپی رکھنے والے احباب مسلک وطریقت سے بندھے ہوئے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کا مصداق ہے۔نسل نو مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے۔ عصری تعلیم وثقافت اور جدید وسائل نے مزید اضافہ کردیا ہے۔تعقل پسندی اور آزادی فکر نے دینی اصول وقیود اور تہذیب وثقافت سے آزاد کرکے مغرب کی ثقافت کو خوشنما اور اس کا اسیر بنادیا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ پورا معاشرہ الجھنوں کا شکار ہے اور فطرت سے بغاوت اور دین رحمت سے دوری اور عداوت کے سبب مختلف قسم کے فتنوں کا شکار اور آزمائشوں میں مبتلا ہے۔

راہ نجات اور اسلامی تعلیمات:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں اور آزمائشوں سے امت کو آگاہ فرمایا اس سے دور رہنے اور بچنے کی تلقین فرمائی، دنیا وآخرت کو محفوظ بنائے رکھنے کی رہنمائی فرمائی جو کتب احادیث میں مرقوم ہیں، ہمیں بھی ایسے مواقع وحالات میں انھیں تعلیمات کی روشنی میں بچاؤ اور نجات کی راہ تلاش کرنی چاہیے۔ انھیں تعلیمات نبوی سے مستفاد چند باتیں باختصار حسب ذیل ہیں۔

☆ایسے پرآشوب حالات میں ہمیں اللہ تعالی کی جناب میں رجوع اور انابت کرنی چاہیے، اللہ کی کتاب قرآن کریم اور فرامین رسول احادیث صحیحہ مبارکہ سے اپنا رشتہ خوب مضبوط کرنا چاہیے۔ اسے پڑھ سمجھ کر حرز جان بنانا چاہیے۔ نیز اللہ کی توحید وطاعت کو دل میں بسانا اور رسول کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق خلوص دل سے عبادت وریاضت کرنا ایک مومن کے لئے پریشانیوں سے نجات کا اہم ذریعہ ہے۔ ایسے مواقع پر عبادت کی اپنی خاص اہمیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **العبادة فی الهرج کهجرة الی** (مسلم:۲۹۴۸) فتنہ وفساد کے موقعہ پر عبادت میری طرف ہجرت کے مانند ہے۔ اسی طرح نیک اعمال کا التزام واہتمام کرنا چاہیے، حدیث ہے۔ **بادروا بالأعمال فتنا کقطع اللیل المظلم** (مسلم:۱۱۸)

☆ شریعت مطہرہ اور رسول اللہ کی تعلیمات میں مسائل کا حل ڈھونڈھنے کے لئے لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ہمارا ایمان کامل وسالم ہو۔ ہماری عقل، فکر ونظر سب کچھ اس کے تابع ہو۔ کیونکہ شریعت کے رموز وحکم اور مصالح نبی علیہ السلام کے ذریعہ ہی جانا جاسکتا ہے۔ وہی ہمارے ہادی اور رہبر ہیں، اللہ کے پیغام اور انسانیت کے مصالح کو بلا کم وکاست امت تک پہنچایا، اب دین کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جہاں فکر ونظر اور عقل کی رسائی نہیں، کیونکہ عقل کا دائرہ بھی محدود ہے۔

☆ سماجی دینی واخلاقی قدروں کی بقاء وتحفظ کے لئے شرعی علوم کا حصول ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر دین کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ نسل نو کی صحیح تربیت وآگہی، دینی واخلاقی اقدار سے آراستگی شرعی علوم کے بغیر ممکن نہیں۔ دین میں بدعات وخرافات، فکری یلغار، نفس وزبان اور جذبات سے مقابلہ صحیح معنوں میں اسی علم کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔

☆ سماج ومعاشرے کی فلاح وبہبود مسلمانوں کی وحدت واجتماعیت میں ہی ہے لہذا وحدت واجتماعیت کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ متحد رہنا، مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، حاکم وقت اور خلیفۃ المسلمین کی سمع وطاعت کرنا ان کا ہاتھ

مضبوط کرنا، ان کی استقامت اور صالحیت کے لئے دعائیں کرنا ان کی مخالفت اور ان سے خروج نہ کرنا اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہیں۔

☆ اسی طرح مسلمانوں کو تفرق وتحزب اور اختلاف وانتشار سے حتی الوسع گریز کرنا چاہیے اور اگر کسی قسم کا تنازع ہو بھی جائے تو اسے قول اللہ اور قول الرسول نیز اجماع الصحابہ کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش ہونی چاہیے یہی حکم الٰہی ہے۔ فروعی مسائل میں فقہی آراء کو فرقہ بندی اور حزبیت کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ ایسے مواقع پر امام مالک رحمہ اللہ کا قول ''کل یوخذ ویرد الا صاحب هذا القبر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اجتہادی مسائل میں اخذ ورد کا حق ہے لیکن جبر وقہر کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ اسی طرح نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

☆ فتنہ وآزمائش کے موقع پر صبر وحلم کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ عزیمت سے کام لینا چاہیے۔ صبر مومن کا ہتھیار رہے۔ نیز آمدہ فتن سے رب العالمین کی جناب میں استعاذہ کرتے رہنا چاہیے۔ حکمت ودانائی اور سنجیدگی وبردباری اور نرمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ خصلتیں ایک مومن کی شان کو جلاء دیتی ہیں اور دلوں کو رام کرتی ہیں۔

مومن جری وبہادر ہوتا ہے بزدلی اس کا شیوہ نہیں۔ قانون کے دائرے میں رہ کر اپنی جان ومال عزت وآبرو اور دین کی حفاظت کرنا اس کا حق اور اس کی شان ہے۔ اپنی دفاع میں جان نچھاور کرنے سے شہادت کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا جب بھی دشمن کا سامنا ہو، یا نرغے میں پھنس جائے تو ہمت واستقلال سے کام لے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث من قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون ماله ودمه واهله فهو شهيد (ترمذی:۱۴۲۱) کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ اور بگڑے ہوئے حالات میں بیدار مغز رہے۔ دشمن سے دھوکہ نہ کھائے، متنبہ رہے۔

☆ نازک حالات اور مواقع پر نہایت ہی احتیاط اور غور وفکر نیز تدبر سے کام لینا چاہیے۔ بلا سوچے سمجھے عجلت میں نہ کوئی بات کہنی چاہیے نہ حکم صادر کرنا چاہیے۔ بلا علم ودانست کے کوئی بات کہنا تو ایسے بھی ممنوع ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ '' (اسراء:۳۶) ایسے مواقع پر پختہ عقل وفہم اور تجربہ کار لوگوں کو آگے آنا چاہیے اور نوعمر ونوخیزوں کو ان کی اقتداء کرنی چاہیے۔ کیونکہ بہت سے مسائل اور فتنے نوخیزوں کے جوش وجذبات سے الجھ اور بھڑک جاتے ہیں اور حالات ومعاملات خراب ہو جاتے ہیں۔

☆ اعتدال ومیانہ روی اور عدل وانصاف اسلام کا امتیازی وصف ہے اسے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، کسی سے بگاڑ اور عناد کو انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (الانعام:۱۵۲)

☆ فتنوں اور بگڑے ہوئے حالات میں قول وعمل اور گفتار وکردار میں بہت محتاط رہنا چاہیے۔ موقع ومحل حالات وظروف کی نزاکت دیکھ کر محتاط انداز میں باختصار باتیں کرنی چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو بھی بات اچھی ہو اسے بول دیا جائے کہہ دیا جائے۔ کیونکہ کبھی کبھی بھلی باتیں غیر مناسب وقت اور محل میں بھلی نہیں لگتیں، اسی طرح جو باتیں کہی جائیں وہ باوزن ہوں ایسی ہوں جو لوگوں کی فہم وسمجھ کے لائق ہوں۔ بسا اوقات سمجھ سے بالاتر باتیں موجب انتشار اور باعث فتنہ بن جاتی ہیں۔

☆ کسی عمل سے بدگمانی اور فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ نبی علیہ السلام نے قواعد ابراہیمی پر خانہ کعبہ کی تعمیر اسی بنا پر نہیں کی۔ اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں شیر وشکر بن کر رہنا چاہیے۔ یہی مطلوب اسلام ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اپنی زبان اور ہاتھ کی حفاظت کرنی چاہیے۔ کسی مسلمان شخص جماعت یا ادارہ پر تکفیر سے اجتناب کرنا چاہیے، فتنہ پرور لوگوں، کم علم تکفیری اور گمراہ کن نظریات کے حامل اشخاص کی مجالس اور ان سے بحث ومباحثہ سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہیے۔ ناگزیر حالات میں پختہ دلائل کی روشنی میں مسکت جواب دینا چاہیے۔

☆ موجودہ ملکی حالات کے تناظر میں علماء امت، قائدین ملت، دانشوران ملک وقوم اور سربراہان تنظیمات وجمعیات باہم مل کر سر جوڑ کر خاموش حکمت عملی اپنائیں، جمہور امت کی رہنمائی اور ان کی قیادت کریں اور ان میں اپنا کھویا ہوا اعتماد بحال کریں۔ یہ وقت کی سخت ترین ضرورت ہے۔ قائدین اور عمائدین مسلکی وفروعی، لسانی وعلاقائی تعصّبات کو ایک جانب کر کے وحدت واتحاد اور اجتماعیت کا مظاہرہ کریں اور متحد ہو کر ارباب حکومت سے ملاقات کریں۔ اقلیتوں پر مظالم، ملک میں بدامنی، منافرت اور انارکی پر قدغن لگانے کا پرزور وپرامن مطالبہ کریں مگر پوری متانت وسنجیدگی سے اور قیام امن کی ہر ممکن کوشش میں حکومت کا ساتھ دیں۔ اس طرح انھیں اپنی قوت اور اجتماعیت کا احساس دلائیں۔ یہ وقت انفرادی کوششوں کا نہیں رہا۔ اور نہ ہی کانفرنسوں، سیمیناروں اور پریس ریلیز سے کچھ ہونے والا ہے۔ ایسے حالات میں بھی اگر ہم متحد نہ ہو سکے تو پھر اس قوم کا اللہ ہی حافظ۔

بقول شاعر

متحد ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن
منتشر ہو تو مرو شور مچاتے کیوں ہو

رب ذوالجلال ہمیں شعور وآگہی عطا فرمائے۔ اور ہر طرح کے شرور وفتن سے ہماری حفاظت فرمائے اور اپنے فضل سے اس ملک کے حالات تبدیل فرما دے، ملک میں امن واستحکام پیدا فرما دے اور اسلام کی عظمت برادران وطن کے دلوں میں پیدا فرما دے اور انھیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

دفتر
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

فارم درخواست مقابلۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم
سال: ۱۴۴۳ھ-۲۰۲۲ء

۱- پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد۔ ایک چپکائیں ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲- چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:............ولدیت:............لقب:............پیشہ:............
مقام عمل:............تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:............لفظوں میں:............
مسلکہ تعلیمی اسناد:............مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):............
فون:............مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):............فون:............
مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام وپتہ:............
(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)
کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:............
گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:............
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:

۱:- مکمل حفظ قرآن	۲:- بیس پارے	۳:- دس پارے
۴:- پانچ پارے	۵:- ناظرہ قرآن کامل	۶:- ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:............
آپ کس اصولِ قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)
کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازماً منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:............

اقرارنامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:............دستخط:............تاریخ:............

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:
نام:............منصب:............تصدیق کنندہ کے دستخط:............تاریخ:............

برائے دفتری امور

۱- یہ درخواست مؤرخہ............کو موصول ہوئی۔
وصول کنندہ کے دستخط:............
۲- برائے زمرہ:............۳- درخواست منظور/نامنظور:............
۴- نامنظوری کی وجہ:............
دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:............

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ 18-19 جون 2022 بمطابق 18-19 ذی القعدہ 1443ھ بروز ہفتہ، اتوار

بمقام: D-254، **اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، نیو دہلی**، 25

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 13 جون 2022ء

اغراض ومقاصد

☆مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پرعمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پرفکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆

☆مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆امت کوکتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا☆

☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پرمزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقدانعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ●

● ملک بھرمیں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادرونایاب موقعہ

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کاتحریری امتحان

<u>ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۱۸رجون ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اوراس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔</u> ☆امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہواوراحکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کاعملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ایک قاری کوصرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

اہم وضاحت: اگرکسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے چار روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے
نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم بذات خود ڈاک ٹکٹ بھیج کر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع چار روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۶۰ روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہرروز (علاوہ اتوار) شام ۴ بجے سے ۶ بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org پر دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہؒ

آنحضرتؐ کی سیرت قرآن میں

آنحضرتؐ کی سیرت ڈھکی چھپی چیز نہیں لیکن اس کا ذخیرہ زیادہ تر احادیث میں ہے منکرین حدیث ممکن ہے اس ذخیرہ پر اعتماد نہ کریں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی سیرت قرآن عزیز سے تلاش کی جائے تاکہ ایک قرآن کا طالب علم سمجھ سکے کہ جس شخص کی سیرت اس طرح روشن ہے آیا اس کا قول، فعل اور تقریر اور اجتہاد قابل اعتماد ہے یا نہیں، خلط بحث سے بچنے کے لئے روایت اور رواۃ کا میں نے یہاں بالکل تذکرہ نہیں کیا کیونکہ حجیت حدیث الگ بحث ہے اور طریقہ روایت اور رجال حدیث ایک الگ بحث۔ اگر راوی ضعیف ہے اس کی روایت کے مشتبہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اگر راوی جھوٹا ہے تو اس کی روایت مسترد کر دی جائے گی لیکن حجیت حدیث پر ان عوارض کا کوئی اثر نہیں ''حدیث بلحاظ روایت'' کے موضوع پر کسی دوسری صحبت میں گذارشات کی جائیں گی۔ حجیت حدیث کے مسئلہ میں عام اہل قرآن نے سند اور رجال کی بحث کو جس انداز سے گھسیٹنے کی کوشش کی ہے وہ دیانت داری پر مبنی نہیں ہے وہ صرف خلط بحث ہے۔

١۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (۳:۲۸۵)

''رسول اور تمام اہل ایمان نے پیغمبر کی وحی کی تصدیق کی، یہ سب لوگ اللہ، رسول اور رسول کی کتابوں اور فرشتوں پر یقین رکھتے ہیں، ہم اس کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔''

اس آیت میں پیغمبر کو باقی تمام اہل ایمان کے ساتھ ایمان میں مساوی قرار دیا گیا ہے جس طرح عام لوگوں پر فرض ہے کہ پیغمبر کی وحی پر ایمان لائیں، پیغمبر پر بھی فرض ہے کہ وہ اپنی وحی پر یقین کرے اسی طرح خدا، رسول، ملائکہ اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ آیت اس امر پہ شاہد ہے کہ پیغمبر اس امتحان میں کامیاب ہے اس لئے پیغمبر کے ارشادات پر بھی اسی طرح اعتماد ہونا چاہیے جس طرح عامۃ المسلمین کی باتوں پر منکرین حدیث عام مسلمانوں پر تواتر کی روایات میں اعتماد کرتے ہیں لیکن پیغمبر کو یہ حق دینے میں انہیں اعتراض ہے۔

٢۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (سورہ قلم:۴-۱)

''اللہ کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو لوتھڑے سے بنایا پڑھو تمہارا رب بہت برتر ہے جس نے قلم سے سکھایا اور انسان کو وہ چیز سکھائی جسے وہ نہیں جانتا تھا۔''

آیت مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً تعمیل فرمائی پھر فرمایا وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ علم سکھائے جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں پیغمبر کے علم اور قرأۃ کا ذکر ہے اور ہر پڑھے لکھے آدمی پر اعتماد کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف قرآن عزیز کی شہادت سے ثابت ہے اس لئے ان کے ارشادات پر اعتماد ہونا چاہیے۔ انکار حدیث کے نظریہ کے پیش نظر پیغمبر کو اس اعتماد سے محروم کیا جاتا ہے اور یہ ظلم ہے۔

٣۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورہ قلم:۵-۱)

''قلم اور ان کے لکھنے کی قسم، اللہ کے فضل سے تم مجنون نہیں۔ تمہارے لئے دائمی اجر ہے اور تم عظیم اخلاق کے مالک ہو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہانت اور جنون جیسی مذموم عادات کی نفی کی گئی ہے اور آپ کے اعمال اور اطوار زندگی کو اس طرح سراہا گیا ہے اور انہیں یہ خصوصیت عطا فرمائی گئی ہے کہ آپ کا اجر کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہ صدقہ جاریہ ہے جو جناب کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے گا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کی بہت بڑی خوبی ہے کہ اس کی قبولیت اور دائمی اجر کا اعلان بذریعہ قرآن اسی دنیا میں کر دیا گیا۔ جس شخص کی پاکیزگی اور اخلاص عمل پر اسی دنیا میں اعتماد فرمایا گیا ہے کیا اس کے ارشادات پر اعتماد نہ کیا جائے گا؟ اور انکار حدیث کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بے اعتمادی نہیں تو اور کیا ہے؟

وانک لعلی خلق عظیم کتنا بڑا اعزاز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو عطا فرمایا گیا جہاں تک تجربہ شاہد ہے ساری بے اعتمادیاں بد خلقی کی پیداوار ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے علی الاعلان بداخلاقی کی مدافعت فرمائی گئی ہے۔

نگاہ ناز جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبئ قسمت پر کیوں نہ ناز کرے

اوراعتماد کی بنیادیں مضبوط کردی گئی ہیں اسی حقیقت کوایک دوسری جگہ اور بھی واضح فرمایا گیا ہے۔فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (سورہ آل عمران:۱۵۹) آپ کے مزاج گرامی کی نرمی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ پروانوں کی صفیں جو مسجد نبوی میں مقام نبوت کی زینت ہورہی ہیں سب تتر بتر ہوچکی ہوتیں۔

اخلاق کی ان بلندیوں کے بعد اور سیرۃ رسول ﷺ کی اس سرفرازی کے باوصف جس کا اعتراف قرآن عزیز نے اس صراحت سے فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال پر کوئی وجہ نہیں کہ بدگمانی کی جائے۔

۴۔هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورہ جمعہ:۲)

”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے امیین میں سے ایک رسول برپا کیا جوان پر اس کی آیات پڑھتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یہ لوگ اس کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

اس آیت پاک سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(ا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ماحول میں مبعوث فرمائے گئے جہاں تعلیم کا چرچا نہ تھا اور نہ ماحول ہی علمی تھا۔

(ب) اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے اثر سے اس ناخواندہ اور غیر مہذب قوم کے ذہن صاف ہوگئے اور انہیں اخلاقی اور روحانی اور جسمانی پاکیزگی نصیب ہوئی اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کی کامیابی کا اعلان ہے پیغمبر کی قوت موثرہ کا اعلان ہے اور صحابہؓ کے اخذ وتاثر واقعی کی تعریف فرمائی گئی ہے۔

(د) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے تھے وہ امی بھی تھے اور معلم بھی اور حکمت کی تعلیم بھی اس امی کی سیرت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ان اوصاف کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی جو اہمیت ہونی چاہیے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں، قرآن جس شخصیت کی تلاوت، تزکیہ اور تعلیم کی تعریف فرمادے اس پر شبہات کا اظہار ایمان کے منافی ہے۔وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (سورہ شوری:۲۲۷)

(حجیت حدیث)

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

قرآن کریم کو حفظ کرنے کے چند انمول نسخے

مولانا آصف تنویر تیمی، جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

ہماری اور آپ کی اہم ترین کامیابی یہ ہے کہ ہمارا رشتہ اللہ تعالی کی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم سے مضبوط ہو، اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، اس کے حیرت انگیز افکار وخیالات کو سمجھیں، اس میں درک اور گہرائی حاصل کریں، اسے حفظ کرنے کی کوشش کریں، اگر ہم نے محنت کی، اللہ سے دعائیں کیں تو ضرور ہم اللہ سے قریب ہو جائیں گے اور ہماری زندگی قرآنی، ایمانی اور اسلامی ہوگی، جو اللہ تعالی کو مقصود ہے۔

قرآن کریم کی تعظیم ہم کیسے کریں؟ اس کے لئے عظمت قرآن کی صورتوں کو جاننا ضروری ہے۔ اعجاز قرآن کی شکلوں کی معرفت ضروری ہے۔

☆ **قرآن کریم کی عظمت کی شکلیں:** ۱- قرآن، اللہ کا اتارا ہوا کلام ہے۔ اللہ رب العزت خود عظیم ہے چنانچہ اس کی طرف سے نازل کردہ تمام چیزیں عظیم ہوں گی: اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ﴾ [الحجر: ۸۷] اور ہم نے آپ کو سات دہرائی جانے والی آیتیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔ ۲- قرآن سارا کا سارا حق ہے اس میں شک کی بالکل گنجائش نہیں: اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ [البقرہ: ۲] اور اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں اللہ سے ڈرنے والوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ [الکہف: ۱] سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد) پر قرآن نازل کیا اور اس میں کوئی کجی نہیں رہنے دی۔ ۳- قرآن حق وباطل کے مابین حد فاصل ہے: اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ [الفرقان: ۱] بے شمار خیر وبرکت والا ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لئے (آخرت کے عذاب سے) ڈرانے والا بنے۔ اور فرمایا: ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا﴾ [الاسراء: ۱۰۶] اور ہم نے قرآن کے حصے کردیئے ہیں تاکہ آپ لوگوں کو اسے آہستہ آہستہ پڑھ کر سنائیں اور ہم اسے بتدریج اتارا ہے۔ ۴- قرآن سراپا مبارک، بزرگ، طاقتور اور حفاظت کرنے والا ہے: ارشاد باری تعالی ہے: ﴿کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ﴾ [ص: ۲۹] یہ ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور فکر کریں۔ فرمایا: ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ﴾ [البروج: ۲۱] بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔ فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ﴾ [فصلت: ۴۱] اور وہ یقیناً ایک بلند وبالا مقام والی کتاب ہے۔ فرمایا: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ﴾ [ق: ۴]۔ زمین ان کے جسموں میں سے جو کچھ گھٹاتی جاتی ہے ہمیں اس کا پورا علم ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں ہر چیز کا ریکارڈ ہے ۵- اس میں انسانوں کی تمام ضروریات کا علم موجود ہے: اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ﴾ [الأنعام: ۳۸] ہم نے کوئی چیز ریکارڈ میں لانے سے چھوڑ نہیں دیا ہے۔ مزید فرمایا: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ﴾ [النحل: ۸۹]۔ اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرتی ہے۔ ۶- قرآن سراپا رشد وہدایت ہے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ [البقرہ: ۲]۔ نیز فرمایا: ﴿تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتٰبٍ مُّبِیْنٍ هُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [النمل: ۱-۲] یہ سورت قرآن اور ایک کھلی کتاب کی آیتیں ہیں ایمان والوں کے لئے ہدایت وبشارت ہے۔ فرمایا: ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ﴾ [الجن: ۱-۲] ہم نے ایک بہت ہی عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ۷- قرآن شفاء اور رحمت ہے: اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [الاسراء: ۸۲] اور ہم قرآن میں بعض ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو مومنوں کو شفا دینے والی اور ان کے لئے باعث رحمت ہوتی ہیں اور ظالموں کے خسارے میں اضافہ کردیتی ہیں۔ فرمایا: ﴿قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [یونس: ۵۷] تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت اور ان بیماریوں کا علاج آگیا جو سینوں میں ہوتی ہیں اور مومنوں کے لئے ہدایت ورحمت آگئی۔ ۸- قرآن ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں: فرمان الہی ہے: ﴿حٰمٓ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾ [الدخان: ۱-۲]۔ اور فرمایا: ﴿قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ﴾ [المائدہ: ۱۵] تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آچکی ہے۔ ۹- غور وفکر کرنے والوں کے لئے قرآن ایک آسان ترین کتاب ہے: اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ [القمر: ۱۷] اور ہم نے قرآن کو یقیناً نصیحت کے لئے آسان بنادیا ہے پس کیا کوئی

نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔۱۰-قرآن میں ہر فتنے کا علاج ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ [ابراہیم:۱] یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں۔۱۱-قرآن کریم معجزہ ہے، کوئی انسان اس کے مساوی کتاب پیش نہیں کرسکتا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾[الاسراء:۸۸] آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انس وجن اکٹھا ہوکر اس قرآن جیسا لانے کی کوشش کریں گے تو اس جیسا نہیں لائیں گے چاہے وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔۱۲-قرآن کتاب نصیحت وعبرت ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾[ق:۴۵] پس آپ قرآن کے ذریعہ اس آدمی کو نصیحت کرتے رہئے جو میری دھمکی سے ڈرتا ہے۔

☆**قرآن کے معجزات کی مختلف شکلیں:** قرآن کریم پورا کا پورا معجزہ ہے۔اس کے عجائب وغرائب، اس کے فوائد، اور اس کے عطیئے کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔قرآن کے معجزات کے جو زاویئے ہیں ان کا شمار وقطار مشکل ہے۔تاہم چند اہم زاویوں کو ذیل کے سطور میں قلمبند کیا جاتا ہے:

۱-ادبی معجزہ: یہ ادبی معجزہ قرآن کے الفاظ، معانی، اسالیب اور تعبیر وغیرہ کے اندر کافی پائے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فصاحت وبلاغت کے اماموں کو چیلنج کیا کہ وہ اس جیسا کلام پیش کریں مگر وہ سب کے سب قاصر رہے۔

۲-غیب کا معجزہ: قرآن کریم نے بہت سارے ایسے امور کی طرف اشارہ کیا جس کا تعلق مستقبل سے ہے، اور وہ سارے حوادث وواقعات من وعن ویسے ہی رونما ہوئے جیسا کہ قرآن نے ذکر کیا تھا، اسی طرح جن غیبی معاملات کی طرف قرآن نے اشارہ کیا تھا وہ سارے دن بہ دن ثابت ہورہے ہیں۔اس سے بھی بات سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، کوئی انسانی کوشش نہیں۔

۳-تاریخی اعجاز: قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس نے بہت سارے سابقہ نبیوں کے ایسے تاریخی واقعات کو ذکر کیا ہے جس کی تائید یہود ونصاری کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔اس تاریخی اعجاز سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن انسانی کاوش نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ لازوال کلام ہے۔

۴-قانونی معجزہ: قرآن نے جو اصول وضابطے وضع کئے ہیں اس جیسے قوانین انسان پیش نہیں کرسکتا۔

۵-قصوں کا معجزہ: قرآن کریم میں بہت سارے قصے اور واقعات ہیں۔کہیں وہ قصے مختصر اور کہیں مفصل۔ان واقعات کو متعدد جگہوں پر اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ قاری کا شوق باقی ہے بلکہ جتنی بار پڑھے مزید شوق میں اضافہ ہوتا جائے۔

۶-علمی معجزہ: قرآن کے اس معجزہ کو واضح کرنے کی بہت سارے محققین علماء نے اپنی جانب سے کوششیں صرف کی ہیں۔جب یہ معجزے سامنے آئے تو دنیا ششدر رہ گئی۔

۷-جدت اور نیا پن کا معجزہ: قرآن کے نزول کے تقریبا پندرہ سو سال گزر گئے، لیکن آج تک اس کی کسی تعلیمات کو قدیم اور آوٹ آف ڈیٹ نہیں کہا جاسکتا۔اور قرآن کا یہ نیا پن قیامت تک باقی ہے۔قرآن ہر زمان اور مکان کے لئے ہے۔یہ حقیقت اس چیز کو بھی بیان کرتی ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے اتارا گیا بے مثال کلام ہے۔

۸-عقلی معجزہ: قرآن میں کوئی ایسا حکم نہیں جو عقل سلیم کے مخالف ومتعارض ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبنی برحق ہے:﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾[النساء:۸۲] اور اگر یہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

☆**عظمت قرآن کے ذرائع:** ۱- اس پر ایمان لایا جائے۔۲- اس کو دہرایا جائے۔۳-غور سے اسے پڑھا جائے۔۴-اسے سیکھا اور سکھایا جائے۔۵-اسے زبانی یاد کیا جائے۔۶-قرآن سیکھنے کی راہ میں حسب ضرورت خرچ بھی کیا جائے۔۷-کھلواڑ کرنے والوں سے قرآن کی حفاظت کی جائے۔۸-قرآنی اخلاق کو اپنایا جائے۔۹-قرآن کے مطابق عمل کیا جائے۔۱۰-قرآنی علوم وفنون کو عالمی زبان میں عام کیا جائے۔۱۱-قرآنی فیصلے کو تسلیم کیا جائے۔۱۲-حفاظ قرآن اور عالم دین کی عزت وتوقیر کی جائے۔۱۳-قرآن کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔۱۴-تلاوت قرآن کے وقت تجوید کا خیال رکھا جائے۔۱۵-قرآن کے ذریعہ جائز طریقے سے اپنے جسمانی وروحانی امراض کا علاج کیا جائے۔

☆**قرآن کریم میں مہارت اور حفظ کے فضائل ومناقب:** ۱- عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ شخص جو قرآن پڑھتا اور اس کا حافظ ہے (آخرت میں) بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ جو دقت اور پریشانی کے باوجود قرآن پڑھتا ہے اس کے لئے دہرا ثواب (ایک پڑھنے دوسرا پریشانی برداشت کرنے کا) ہے''۔[متفق علیہ]۲-عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(آخرت میں)''قرآن والوں (ماہرین قرآن وحفاظ قرآن) سے کہا جائے گا: پڑھو اور چڑھو، دنیا کی طرح قرآن ترتیل سے پڑھو، تمہارا مقام وہاں ہوگا جہاں تمہاری آخری آیت ختم ہوگی''۔[سنن ابوداود]۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اگر کوئی کسی عمل میں میرے ساتھ کسی کو شریک کرے، تو میں اسے اور اس کے کام دونوں کو چھوڑ دوں گا''۔چنانچہ علم میں اخلاص شرط ہے۔

☆حفظ قرآن اور اس میں مہارت کے وسائل:۱-قرآن سے محبت اور حفظ قرآن کا شوق ہو۔۲-قرآن کی عظمت، اور اس بات پر ایمان ہو کہ وہ تمام فتنوں سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔۳-حفظ قرآن کے تئیں پختہ ارادہ ہو۔۴-حافظ قرآن کے مقام ومرتبہ اور اس کے ثواب کی معرفت ہو۔۵-قرآن کریم کی تلاوت بکثرت کی جائے۔۶-قرآن کریم کی تلاوت مصحف دیکھ کر کی جائے، اس لئے کہ دیکھنے سے حفظ زیادہ پختہ ہوتا ہے۔۷-حافظ قرآن کو چاہئے کہ کسی ایک مصحف کا انتخاب کرے، بہتر ہے کہ کسی ایسے مصحف کا انتخاب ہو جس کا ہر صفحہ آیت سے شروع اور آیت پر ختم ہو۔۸-حفظ کے لئے کسی ماہر حافظ وقاری کو چننا چاہئے۔۹-حفظ کے دوران آیتوں کے معانی ومطالب پر بھی توجہ دینی چاہئے، حفظ کا مقصد صرف سورتوں کو ختم نہیں ہونا چاہئے۔۱۰-روزانہ اتنا یاد کرنا چاہئے کہ حافظہ پر زد نہ پڑے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معروف ہے: ''عمل کرو، اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ ایسا عمل ہے جو مسلسل کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو''۔[صحیح مسلم]۱۱-حفظ قرآن کی کوشش بچپن میں کی جائے تو بہتر ہے۔۱۲-حفظ قرآن کے لئے آدمی کو اپنے آپ کو بہت ساری مصروفیات سے الگ ہونے کی ضرورت پڑتی ہے، بیکار کے کاموں سے الگ تھلگ ہو کر قرآن حفظ کیا جائے تو جلدی یاد ہو جائے گا۔(اس زمانے میں خاص طور سے موبائل وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے)۱۳-حفظ کا طالب عالم اگر تنہائی میں ہو تو اسے زور سے بھی قرآن پڑھنا چاہئے۔۱۴-قرآن ترتیل اور تجوید وغیرہ کی رعایت کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔۱۵-آیتوں، سورتوں اور مکمل قرآن کے حفظ کے بعد اسے دہراتے رہنا چاہئے۔نیا سبق لینے سے قبل پرانے کو ازبر کر لینا چاہئے۔(اس طرف حفظ کے طلبہ کی توجہ بہت کم ہوتی ہے، کسی طرح آگے بڑھنا چاہتے ہیں، پچھلے سبق کی پرواہ نہیں کرتے)۱۶-جن آیتوں میں متشابہات ہیں ان کو ٹھیک سے یاد کرنے اور یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔۱۷-قرآن کے مراجعہ کا بہتر ذریعہ تہجد اور دیگر نفلی نمازیں ہیں، ان نمازوں میں حفاظ کرام کو یاد کی گئیں سورتوں کی تلاوت کرنی چاہئے۔۱۸-اس کے علاوہ یاد کرنے کا بہتر وقت اور مناسب جگہ اختیار کرنی چاہئے۔۱۹-قرآن کے اگر مسابقے منعقد ہوں تو ان میں شریک ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔۲۰-جو آیتیں آپ پڑھ یا یاد کر رہے ہوں ان کی تفاسیر معلوم کرنا بھی آپ کے لئے مفید ہوسکتا ہے۔۲۱-سب سے اہم بات یہ کہ آپ کے دل میں اللہ کا ڈر، گناہوں سے دوری ہونی چاہئے۔اللہ تعالی نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو، اور وہ تمہیں سکھلا دے گا''۔[البقرہ:۲۸۲] اس آیت میں علم کو تقوی سے جوڑا گیا ہے۔اور اس تعلق سے امام شافعیؒ کا ایک شعر کافی شہرت رکھتا ہے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فأرشدنی الی ترک المعاصی

وقال: اعلم بأن العلم نور
ونور الله لا یهدی لعاص

ترجمہ: میں نے وکیع (جو ان کے استاذ تھے) سے اپنے حافظے کی (کمی) شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کے چھوڑنے کا مشورہ دیا۔
اور کہا: جان لو علم ایک (قسم کا) نور ہے، اور اللہ کا نور گنہگاروں کو حاصل نہیں ہوتا۔

۲۲-قرآن کے احکام وآداب پر عمل پیرا ہونا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ کل قیامت میں قرآن ہمارے خلاف دلیل بن جائے۔۲۳-بعض (افریقی) ممالک میں قرآن تختیوں پر لکھ کر بھی یاد کیا جاتا ہے، اور یہ طریقہ حفظ کے معاملے میں کافی کارگر پایا گیا ہے۔۲۴-قرآن یاد کرنے کے بعد دوسرے حافظ کو سنانا حفظ کے بقا کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔۲۵-بعض اچھے قراء کی تلاوتیں بھی بذریعہ کیسیٹ سننی چاہئے، اس سے طالب علم کی اصلاح اور غلطیوں کا پتہ چلتا ہے۔۲۶-کبھی کبھار اپنی آواز بھی ریکارڈ کر کے طالب کو سننی چاہئے، تاکہ بہتر سے بہتر تلاوت اور حفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔بہتر ہے کہ ان غلطیوں کو نوٹ کر لیا جائے جو سمجھ میں آتی ہیں تاکہ آئندہ وہ غلطیاں سرزد نہ ہوں۔۲۷-دوران حفظ ایسے لوگوں کے واقعات بھی پڑھنے چاہئے جن لوگوں نے ماضی میں قرآن میں مہارت حاصل کی۔۲۸-آیئے عہد کریں کہ ہم اپنے اس مبارک کام میں اللہ کی مدد لیں گے، ذکر واذکار اور اس سے دعائیں کریں گے۔

☆بھولنے کے اسباب: اوپر آپ نے یاد کرنے میں مفید اسباب کو جان لیا ہے نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں ہم ان اسباب کو بیان کریں گے جن کی وجہ سے آدمی نسیان (بھول چوک) کا شکار ہوتا ہے، اس امید اور یقین کے ساتھ کہ ہم ان اسباب کے ہرگز ہرگز قریب نہ جائیں گے۔

۱- حفظ کے وقت آدمی کا مکمل دھیان نہ دینا۔۲-گھر والوں کی جانب سے حوصلہ افزائی نہ کیا جانا۔۳-آیات اور ذہن کے مابین ربط وتعلق کا نہ پایا جانا۔۴-گھریلو مسائل اور الجھنوں کا پایا جانا۔۵-دیر رات تک جاگنا اور کم سونا۔۶-گناہوں کا ارتکاب۔۷-اچھی غذا استعمال نہ کر کے نقصان دہ اشیاء کا استعمال (جیسا کہ اس زمانے میں بعض طلبہ میں نشہ آور چیزوں کا استعمال پایا جاتا ہے)۔۸-مراجعہ اور تکرار نہ کرنا۔۹-جلدی یاد کرنے کی کوشش کرنا۔۱۰-سستی اور کاہلی۔۱۱-ورزش وغیرہ سے پرہیز اور دوری۔۱۲-متعدد قسم کی بیماریاں کا شکار ہونا۔۱۳-بکثرت سونا۔۱۴-قرآنی آیات کے معانی ومطالب پر غور وفکر نہ کرنا۔

☆آپ اپنے حافظے کو کیسے بہتر کر سکتے ہیں؟۱-اپنی یاد کردہ چیزوں کو ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کریں۔۲-یاد رکھنے کے نئے نئے ٹکنیک جاننے کی کوشش کیجئے۔۳-میوے، سبزیاں اور کھانے میں غلے کا استعمال کیا جائے۔۴-آرام

لیٹنے، خاموش رہنے اور غور وفکر کا طریقہ جاننے کی کوشش کرے۔۵- جو کچھ آپ نے یاد کیا ہے اسے ذہن میں لانے کی کوشش کریں، اور دیکھیں کہ کتنا حصہ آپ کو ذہنی طور پر یاد ہے۔۶- آیات یا معلومات کے عمومی معنے کو ذہن میں رکھیں، تفاصیل میں نہ پڑیں۔۷- دنیاوی مصروفیات سے اپنے آپ کو خالی رکھیں۔۸- ایسی چیزوں سے کلی اجتناب کریں جو آپ کے ذہن ودماغ کو خراب کرنے والی ہوں۔۹- قیلولہ کیا کریں (قیلولہ کا مطلب دو گھنٹا سونا نہیں، بلکہ پندرہ منٹ سے آدھا گھنٹا تک آرام کرنا ہے)۔۱۰- یاد کی ہوئی چیزوں کو ذہن نشیں کریں، صرف رٹنے پر دھیان نہ دیں۔۱۱- اپنے اوقات کو منظم کریں، لائحہ بنائیں، جس کام کے لئے جو وقت بنایا ہے اس میں وہ کام کرنے کی مکمل کوشش کریں۔۱۲- دوران مطالعہ کوئی بھی نئی بات ذہن میں آئے اسے فوراً نوٹ کرلیں۔۱۳- اچھے آب وہوا میں رہنے کی کوشش کریں۔ ماحول کو پراگندہ نہ بنائیں۔ صاف صفائی کا خوب خیال رکھیں۔۱۴- جو کچھ یاد کیا ہے، دہراتے رہیں۔۱۵- بلند آواز سے بھی پڑھیں۔۱۶- حفظ کے مقدار کی حد بندی ضروری ہے۔ یعنی جتنا یاد کرنا ہے اس کی تعیین کرلیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک دن چار صفحہ یاد کیجئے اور دوسرے دن آدھا صفحہ نہیں بلکہ معتدل راہ اختیار کیجئے، افراط وتفریط سے گریز ضروری ہے۔

☆ **تدبر قرآن کی اہمیت:** ۱- قرآن کریم نے لوگوں کو تدبر پر ابھارا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے) [النساء:۸۲]۔۲- قرآن نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے، جو قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں) [محمد:۲۴]۔۳- تدبر قرآن سے دل میں اللہ کا ڈر وخوف جگہ پاتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (اللہ تعالی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالی کے ذکر کی طرف نرم ہوجاتے ہیں) [الزمر:۲۳]۔۴- قرآن میں غور وفکر نہ کرنے سے دل سخت ہوجاتا ہے، فرمان الہی ہے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (کیا اب تک ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہوجائیں اور ان کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں) [الحدید:۱۶]۔۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ رہی کہ جب بھی آپ قرآن کی تلاوت فرماتے اس کی آیتوں پر غور کرتے، ایک مرتبہ صحابہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) آپ کے بال سفید ہورہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ”مجھے (سورہ) ہود اور ان جیسی سورتوں نے بوڑھا کردیا“۔ (ترمذی، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)۶- ایک دفعہ آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی، اگر رحمت والی آیت ہوتی تو آپ اللہ سے رحمت کا سوال کرتے، جب عذاب والی آیت آتی تو ٹھہر کر اللہ سے پناہ مانگتے۔ [ابوداود] علامہ ابن القیم جوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک آیت کا غور وفکر سے پڑھنا، بلا غور وفکر کے پورا قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے۔

☆ **تدبر قرآن کی کنجیاں:** ۱- قرآن کریم سے محبت، اور بھرپور توجہ۔۲- تدبر قرآن کی اہمیت کی معرفت۔۳- قرآن آرام وسکون اور سوچ سمجھ کر پڑھا جائے، صرف ختم کرنا مقصود نہ ہو۔۴- تلاوت کرتے وقت اللہ کا ڈر اور خوف دل میں محسوس کیا جائے۔۵- اگر ایک دفعہ ایک ایک آیت پر غور وفکر کے ساتھ پورا ختم کیا جائے تو زیادہ سود مند ثابت ہوگا۔۶- تلاوت کرتے وقت یہ محسوس کیا جائے کہ یہ قرآن، میرے لئے اللہ کا پیغام ہے، اس کا خوبصورت انداز میں استقبال کرنا، اس کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا ہماری ذمہ داری ہے یہ تدبر قرآن کی راہ میں بہتر قدم ہوگا۔۷- قرآن سمجھنے میں کتب تفاسیر اور ترجمے سے بھی مدد لی جائے۔۸- اعجاز قرآن سے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔۹- قرآن کی تلاوت عمل، تطبیق اور دعوت الی اللہ کے مقاصد سے کی جائے۔۱۰- صحیح قراءت کا علم سیکھا جائے تاکہ تلاوت زیادہ سے زیادہ مؤثر ثابت ہوسکے۔۱۱- گناہوں کو ترک کرکے تقوی واستقامت کی راہ اختیار کی جائے۔۱۲- جب قرآن کی تلاوت ہو تو بغور خاموش رہ کر سنا جائے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔۱۳- ایسے مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب کیا جائے جس میں ذہن تلاوت کی جانب زیادہ آمادہ ہو۔۱۴- تلاوت اور دیگر تمام عبادات میں اخلاص اولین شرط ہے۔۱۵- تلاوت کے درمیان اللہ اور کتاب اللہ کی عظمت اپنے دل میں محسوس کی جائے۔۱۶- تلاوت کے وقت جو علمی فوائد یا اشکالات سمجھ میں آئیں انہیں نوٹ کیا جائے اور ماہرین سے تشفی بخش جواب معلوم کیا جائے۔

اللہ تعالی ہم سب کو حفظ قرآن کریم کی دولت سے مالا مال کرے اور قرآن کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کردے۔

☆☆☆

محاضرہ: علامہ صالح فوزان الفوزان

طلب علم کے آٹھ اہم اصول

ترجمہ: مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

سعودی عرب کے چوٹی کے علماء میں سماحۃ الشیخ علامہ صالح فوزان الفوزان حفظہ اللہ کا نام محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے طلب علم کی اہمیت اور اس کے آداب واصول پر ایک پرمغز محاضرہ پیش کیا تھا جس کا ماحصل درج ذیل ہے:

عمل کرنے سے پہلے بندے کے لیے سب سے اہم فریضہ، علم حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ (محمد:١٩) ترجمہ: ”سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں (جان لیں) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی، اللہ تم لوگوں کی آمدورفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ”قول وعمل سے پہلے علم کا بیان“ کے نام سے ایک باب باندھا ہے اور اپنے اس بیان کے لیے مندرجہ بالا آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قول وعمل سے پہلے علم سے ابتدا کی ہے۔ کیونکہ علم ہی پر قول وعمل کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ علم کے بغیر عمل گمراہی ہے۔ اسی طرح عمل کے بغیر علم بھی گمراہی ہی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کے آخر میں اپنے بندوں کو اس دعا کی تعلیم دی ہے کہ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرما۔ ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام واکرام کیا نہ کہ ان کی جن پر تو ناراض ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔ جن پر اللہ کا انعام واکرام ہوا وہ وہ لوگ ہیں جو نفع بخش علم سیکھنے کے ساتھ ہی ساتھ نیک عمل بھی کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ کے غصہ کے حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم تو سیکھا لیکن اس پر عمل نہیں کیا۔ اور گمراہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عمل تو کیا لیکن علم نہیں سیکھا۔ ایک مسلمان نماز کی ہر رکعت میں جب سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ سے یہ سوال کرتا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے اپنا انعام واکرام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور نیکوکاروں کا اور ان لوگوں کے راستہ سے بچا جن پر تیرا غضب نازل ہوا یعنی انہوں نے علم تو حاصل کیا لیکن اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل نہیں کیا۔ اور ان لوگوں کے راستے سے بھی محفوظ رکھ جن پر تو نے غصہ کیا یعنی جنہوں نے علم تو حاصل کیا لیکن اس عمل کی بنیاد، علم پر نہ رکھی۔ یہی وہ چیز ہے جس کو لیکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا یعنی اللہ نے اپنے نبی کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ہدایت سے مراد نفع بخش علم اور دین حق سے مراد نیک عمل ہے۔ یہ دونوں دین کے اٹوٹ حصے ہیں جو کبھی بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے۔

علماء سے دین سیکھنے کے لیے سفر: شیخ نے مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو علم کی جستجو اور دین کی سمجھ حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبۃ:١٢٢) ترجمہ: ”اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو طلب علم کے لیے نکلنے کی ترغیب دی ہے۔ اور کہا ہے کہ ایک جماعت، طلب علم اور اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرنے کی غرض سے کہیں کے لیے بھی نکلے۔ جہاں بھی علم مل سکے وہاں کا سفر کرے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت وخوشخبری کی مستحق بنے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کردیتا ہے۔ طالبین علوم نبوت ہی وہ لوگ ہیں جنہیں اس صفت وخصوصیت سے نواز کر اللہ نے احسان فرمایا ہے۔ انہوں نے دین سیکھنے کے لیے سفر کیا اور اس کی سوجھ بوجھ حاصل کی اور اپنے مقامات پر واپس آکر وہاں کے باشندوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور جو علم سیکھا تھا انہیں بھی سکھایا اور وہ شرح صدر کے ساتھ اللہ کے دین کے مبلغین بن گئے۔ یہی نجات پانے والے اور کامیابی حاصل کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

طلب علم کے اصول: اس کے بعد شیخ محترم نے کچھ اصول وضوابط کی

جانب رہنمائی فرمائی جن کی رعایت ایک طالب علم کے لائق ومناسب ہے:

۱۔ کوشش اور صبر: علم ایک انسان کو تن آسانی، بغیر جستجو یا الہام اور خود بخود حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال ہے۔ بلکہ علم کے حصول کے لیے جستجو، کوشش اور جدوجہد درکار ہے۔ علاوہ ازیں اس کے حصول کے لیے صبر وتحمل اور اور ایک مدت درکار ہے۔ جلد بازی اور اتاؤلا پن اس میں مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا قول ہے:

اطلب العلم ولا تضجرا
فآفة العلم ان یضجرا
الم تر الحبل بتکراره
فی الصخرة الصماء قد اثرا

یعنی علم طلب کرو اور پریشان نہ ہو، کیونکہ پریشان ہونا ہی علم کی آفت ومصیبت ہے۔ کیا تم نے رسی نہیں دیکھی کہ وہ بار بار جب مضبوط چٹان پر رگڑتی ہے تو اس پر بھی نشان ڈال دیتی ہے۔

لہٰذا مایوسی کو پاس پھٹکنے نہیں دینا چاہیے یا حصول علم کو مشکل نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ صبر کرنا چاہیے اور صبر پر اجر وثواب کا امیدوار رہنا چاہیے۔ طالب علم کے لیے فرشتے دعاء استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کی کارکردگی سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے:

ومن لم یذق ذل التعلیم ساعة
تجرع کأس الجهل طول حیاته

یعنی جو شخص علم سیکھنے کی دقّت کا ایک گھڑی بھی مزہ نہیں چکھتا (برداشت نہیں کرتا) تو وہ زندگی بھر جہالت کا پیالہ پیتا رہے۔" لہٰذا ضروری ہے کہ صبر وتحمل سے کام لیا جائے اور بغیر کسی اکتاہٹ کے کوشش جاری رکھی جائے۔ یہاں تک کہ اللہ کی توفیق سے منزل مقصود مل جائے۔

۲۔ صرف کتابوں سے علم نہ سیکھا جائے: حصول علم کا دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ صرف کتابوں سے علم نہ سیکھا جائے اور نہ ایسے لوگوں سے لیا جائے جو برائے نام عالم ہیں اور انہیں دین کی سمجھ نہیں ہے۔ وہ کتابیں تو پڑھتے ہیں لیکن کما حقہ ان کے معنیٰ ومفہوم سے ناآشنا ہیں کیونکہ انہوں نے علم علماء سے نہیں سیکھا اور یہ نقصان دہ طریقہ ہے۔ لہٰذا علم صرف اہل علم ہی سے لیا جائے جو قیامت تک نسلاً بعد نسل علم کو اہل علم سے ہی سیکھتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ علم، مشہور ومعروف علماء ربانیین سے ہی لیا جائے جنہوں نے خود اپنے مشائخ سے علم سیکھا اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے۔

۳۔ علم بتدریج سیکھا جائے: علم سیکھنے کا ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ انسان علم کو فروعات سے شروع نہ کرے بلکہ آہستہ آہستہ اس کی بنیادی باتوں کی جانب توجہ دے۔ اور ہر فن کی مختصر کتابوں سے علماء کی مدد سے تھوڑا تھوڑا سمجھ سمجھ کر اور یاد کر کر کے سیکھے۔ اختلافی کتابوں سے علم حاصل کرنے سے اجتناب کرے۔

۴۔ کسی ایک فن پر اکتفانہ نہ کیا جائے: علم کے حصول کا ایک اصول یہ ہے کہ طالب علم کسی ایک فن کو سیکھنے پر اکتفانہ کرے مثلاً صرف فقہ سیکھے یا صرف فن حدیث یا فن تفسیر پر اکتفا کرے بلکہ ہر فن کی مختصر اور مفید باتیں سیکھے کیونکہ سارے ہی علوم ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ قرآن کریم پڑھے اور حفظ کرے، دیکھ کر تجوید کے ساتھ اس کی تلاوت کرے کیونکہ علم کی بنیاد اللہ کی کتاب ہی ہے۔ پھر حسب سہولت قرآن کریم کی تفسیر پڑھے تاکہ آیات قرآنی کی سمجھ حاصل ہو اور اسے خود نہ پڑھے بلکہ اہل علم اور اہل تفسیر کے سامنے پڑھے۔ اس کے بعد حدیث کو یاد کرکے اور سمجھ کر علماء کے سامنے پڑھے۔ اسی طرح فقہ پڑھے جو کہ کتاب وسنت سے مستنبط شرعی احکام کی سمجھ کا نام ہے۔ فن نحو کی کتابیں بھی پڑھے کیونکہ قرآن وحدیث عربی زبان میں نازل ہوئے ہیں۔ آیات قرآنی واحادیث نبوی کے معنی ومفہوم کو سمجھنے کے لیے فن نحو کا سیکھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد لغوی حیثیت سے کلام کے ربط وترکیب کی معلومات بھی ضروری ہے تاکہ ہر قسم کی غلطی سے محفوظ رہا جاسکے۔ اور اس لیے بھی کہ فن نحو نصوص کو سمجھنے میں مددگار ہوتا ہے۔ اس طرح ہر فن کے اصول وقواعد ہیں جیسے حدیث کے اصول کے لیے فن مصطلح الحدیث ہے۔ اس میں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع کے ضابطے ہیں۔ اسی طرح اصول فقہ اور اصول تفسیر کے بھی ضابطے ہیں جن کا مختصر کتابوں سے سیکھنا ضروری ہے۔ یہ سب علوم کی کنجیاں ہیں جب تک کنجی نہیں ہوگی تالا نہیں کھل سکتا اور تالا نہیں کھلے گا تو دروازہ نہیں کھلے گا اس لیے علم کے گھر میں گھر کا دروازہ کھول کر داخل ہونا چاہیے یہی بات درست ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (البقرة:۱۸۹) ترجمہ: "اور گھروں کے پیچھے سے تمہارا آنا کچھ نیکی نہیں، بلکہ نیکی والا وہ ہے جو متقی ہو، اور گھروں میں تو دروازوں میں سے آیا کرو۔"

ہر علم کا ایک دروازہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس علم میں اس کے دروازے سے ہی داخل ہوا جائے۔ دروازے یہی مختصر اصول وضوابط کی کتابیں ہیں جن کی جانب الحمدللہ علماء نے توجہ دی اور نثر ونظم کی شکل میں انہیں آسانی کی غرض سے تیار کردیا ہے۔

اورجیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ یہ علوم ایک دوسرے سے مرتبط ہیں۔علم فقہ،علم تفسیر،علم حدیث،علم نحو سے مرتبط ہے۔ الغرض ہر علم کا ایک دوسرے سے تعلق ہے۔لہٰذا طالب کو چاہیے کہ وہ صرف ایک فن پر اکتفانہ کرے بلکہ سب کو سیکھنے کی کوشش کرے۔

۵۔علم کے مطابق عمل:طلب علم کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ جتنا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس پر عمل کریں۔جب بھی کوئی بھی علمی بات آپ سیکھیں اس پر عمل کریں،اس سے علم میں اضافہ ہوگا اور برکت وبھلائی ہوگی۔حکمت ودانائی کی باتوں میں یہ بہت مشہور ہے کہ جس نے علم کے مطابق عمل کیا اسے اللہ تعالیٰ وہ علم بھی عطا کردیتا ہے جو اس کے پاس نہیں تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرۃ:۲۸۲) ترجمہ:''اللہ تعالیٰ سے ڈرو،اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

لہٰذا جو علم آپ نے سیکھا ہے اس پر عمل کریں اور علم سیکھ کر اسے بنا عمل کیے تجوری میں بند کرکے نہ رکھ دیں۔ایسے علم میں برکت نہ ہوگی بلکہ وہ قیامت کے دن آپ کے خلاف حجت بن جائے گا۔علم بغیر عمل کے درخت کی طرح ہے جس میں پھل ہی نہ آتا ہو۔کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

وعالم بعلمه لم يعملن   معذب من قبل عباد الوثن

یعنی''ایسا عالم جس نے اپنے علم کے مطابق عمل نہ کیا ہوگا وہ بتوں کے پجاریوں سے بھی پہلے عذاب میں مبتلا ہوگا۔''جن لوگوں کے ذریعہ قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم کو بھڑکایا جائے گا ان میں وہ عالم بھی ہوگا جس نے علم کے مطابق عمل نہ کیا ہوگا۔لہٰذا یہ معاملہ بہت ہی سنگین ہے۔طالبین علوم نبوت کے لیے یہ لازم وضروری ہے کہ وہ علم اصول ومبادی کے ساتھ حاصل کریں اور جو علم کا اہل ہے اس سے سیکھیں،اس پر عمل بھی کریں اور دوسرے لوگوں کو سکھائیں بھی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (آل عمران:۱۸۷)ترجمہ:''اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔''

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے علم کے مطابق عمل کرے پھر اسے دوسرے لوگوں کو سکھائے اور اس کی نشرواشاعت کرے۔حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔صرف تین چیزیں باقی رہتی ہیں(جن کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے)۔(۱)صدقۂ جاریہ(۲)ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے(۳)نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرے۔''ان تین چیزوں میں سب سے زیادہ بہتر علم ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے کیونکہ صدقہ جاریہ کسی نہ کسی دن ضائع ہوجائے گا،اسی طرح نیک لڑکا بھی کسی دن وفات پاجائے گا لیکن علم وہ پائدار چیز ہے کیونکہ جب تک اس کے شاگرد اور کتابیں باقی رہیں گی،وہ مرنے کے بعد بھی ثواب کا حقدار بنا رہے گا۔اس طرح علم میں برکت ہے اور بھلائی ہے۔شرط یہ ہے کہ اسے اصول وضوابط کے مطابق اور اہل علم سے اخذ کیا جائے اور اس کے مطابق عمل کرکے ثابت اور روبہ ترقی رکھا جائے۔

۶۔خلوص نیت:طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی علم کو خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لیے سیکھے،ریا ونمود،شہرت طلبی ودکھاوا اس کے اندر نہ ہو۔اس لیے اس مقصد سے علم نہ سیکھا جائے کہ لوگ اسے عالم کہیں گے۔اسی طرح صرف دنیاوی مفاد اور ملازمت کی غرض سے علم نہ سیکھا جائے۔کیونکہ طلبِ علم ایک نیک عمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔''لہٰذا چاہیے کہ خلوص نیت کے ساتھ علم سیکھے۔اگر اس نیت سے سیکھے گا کہ اس کی تعریف کی جائے گی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا:علم کے مطابق کتنا عمل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور سکھایا،میں نے تیری خاطر قرآن کی تلاوت کی۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے تو نے علم اس لیے سیکھا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ قاری کہا جائے تو جو تیرا مقصد تھا وہ تو (دنیا میں)پورا ہوگا۔حکم ہوگا،پھر اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اسی طرح شرعی علم کو دنیا کے حصول کی غرض سے نہ حاصل کیا جائے بلکہ ثواب کی نیت سے سیکھا جائے اور اس نیت سے حاصل کیا جائے کہ وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے گا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے گا۔لیکن اگر ملازمت حاصل کرنے یا مال کمانے کی غرض سے حاصل کرے گا تو ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ '' مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ھود:۱۵)ترجمہ:''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا(جاتا)ہو ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال(کا بدلہ)یہیں بھرپور پہنچادیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے وہاں کیا تھا وہاں

سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب کچھ برباد ہونے والا ہے۔‘‘

تو علم ان سب چیزوں سے بہتر ہے بلکہ دنیا و مافیہا سے بھی بہتر ہے لہٰذا اسے اللہ کی خوشنودی ورضا کی خاطر حاصل کرنا چاہیے۔حصولِ علم کا مقصد یہ ہو کہ اس پر عمل کرے گا اور جہالت دور ہوگی۔

۷۔صحیح عقیدہ کی تعلیم:علم کے حصول کا ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ طالب علم اللہ کی کتاب کے بعد علم عقیدہ علم توحید سیکھے۔ اسی سے علم کی ابتدا کرے۔توحید اور شرک کے مسائل معلوم کرے۔توحید کو اس غرض سے سیکھے کہ وہ اس کے مطابق اپنا عقیدہ بنائے گا اور شرک کا علم سیکھے کہ وہ اسے سیکھ کر اس سے دور رہے گا۔اس طرح علم سیکھنے میں سب سے پہلے صحیح عقیدہ کے علم کی جانب توجہ دے تاکہ اس کا عقیدہ درست ہو جائے اور اپنے سارے اعمال کی بنیاد اسی پر رکھے اور تاکہ دوسروں کو بھی شرح صدر کے ساتھ اس کی دعوت دے سکے۔عقیدہ کا اہتمام کرے اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف عقیدہ سیکھنے پر اکتفا کرے بلکہ اس کو زیادہ اہمیت دے اسے اولین مقام دے ثانوی حیثیت نہ دے۔یا یہ کہ اس کا معاملہ مؤخر کردے بلکہ مقدم رکھے۔کیونکہ عقیدہ بنیادی چیز ہے تمام اعمال کا دارومدار اسی پر ہے۔صحیح عقیدہ کے منافی جو چیزیں ہیں یا جن سے عقیدہ میں خلل واقع ہوتا ہے ان کی معلومات بھی رکھے۔اس سے متعلق باتوں کو اچھی طرح جان و پہچان لے تاکہ اس کے اعمال صحیح بنیادوں پر استوار ہوں۔

۸۔علم متقی علماء سے اخذ کیا جائے:طلب علم کے اہم اصول وضوابط میں سے یہ بات بھی ہے کہ ہر کس وناکس سے علم نہ حاصل کیا جائے بلکہ مشہور متقی وپرہیزگار علماء ہی سے سیکھا جائے۔بعض سلف کا قول ہے:’’شرعی علم کا نام ہی دین ہے لہٰذا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو‘‘ علماء میں جو متقی وپرہیزگار ہوں انہیں سے علم حاصل کریں تاکہ وہ تمہیں صحیح طریقہ بتاسکیں۔ جاہل ونادان وگمراہ وبدعتی لوگوں سے علم نہ حاصل کریں بلکہ معروف اہل علم،مشہور بااستقامت اور اللہ کا تقویٰ رکھنے والے لوگوں سے علم حاصل کریں۔ایسا نہیں ہے کہ ایسے لوگ ناپید ہیں بلکہ الحمدللہ ایسے لوگوں کی بھی خاصی تعداد ہے،جستجو شرط ہے۔ایسے لوگ آپ کے شہر میں نہ ہوں تو اس کے لیے سفر کریں یا دیگر وسائل جو کہ الحمدللہ آج کے زمانے میں بے شمار ہیں ان کے ذریعہ رابطہ کریں۔آج کے دور میں علم نہ سیکھنے کا کوئی بھی عذر مقبول نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہر طرح کے وسائل مہیا کر رکھے ہیں ان سے استفادہ کیا جائے۔

☆☆☆

جماعتی خبریں

ہندوستان کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ دارالسلام عمرآباد کے ناظم مولانا حافظ حفیظ الرحمن اعظمی عمری صاحب کا سانحہ ارتحال:

یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ہندوستان کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ دارالسلام عمرآباد کے ناظم،مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن مجلس عاملہ،ممتاز اہل قلم وخطیب،معروف عالم دین،استاذ الاساتذہ مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری مدنی صاحب کا آج مورخہ 24/مئی 2022ء بعمر تقریباً 80/سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری مدنی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ زندگی بھر درس وتدریس اور دعوت واصلاح کے کاز سے جڑے رہے۔آپ اعظم گڑھ کے ایک دینی وعلمی خانوادے کے چشم وچراغ تھے۔آپ کے والد گرامی استاذ الاساتذہ مولانا محمد نعمان اعظمی رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمرآباد تھے۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی،پھر جامعہ دارالسلام عمرآباد میں داخلہ لیا،فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ چلے گئے جہاں اکابر علماء ومشائخ مثلاً علامہ ابن باز،علامہ البانی،علامہ شنقیطی رحمہم اللہ وغیرہم سے اکتساب فیض کیا۔آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اولین فارغین میں سے تھے۔مدینہ سے واپس آنے کے بعد اپنی مادر علمی جامعہ دارالسلام عمرآباد کے شعبہ تعلیم وتربیت سے وابستہ ہوگئے اور یہ وابستگی تادم واپسیں رہی۔درمیان کے چند سال نائیجیریا،افریقہ اور ملیشیا میں بھی رہے۔زبان نہایت صاف تھی۔قلم سیال تھا۔آپ ماہنامہ راہ اعتدال کے مدیر اعزازی بھی رہے۔آپ کامیاب مدرس ومربی کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ان شاءاللہ۔ادھر بہت دنوں سے علیل تھے۔ان کا انتقال جمعیت وجماعت کا بڑا خسارہ ہے۔پسماندگان میں تین بیٹیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔آپ کے جنازے کی نماز 24 مئی ہی کو 10/ بجے شب مسجد بیگم شافیہ،پیرمبور،چنئی میں ادا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے،بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے،دینی وعلمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے،جنت الفردوس کا مکین بنائے،جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور جامعہ دارالسلام عمرآباد کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔آمین (شریک غم ودعاگو:اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

تکبر ایک مذموم صفت

مولانا اسعد اعظمی، جامعہ سلفیہ بنارس

ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ایک مسلمان اپنی زبان سے بار بار ''اللہ اکبر'' کا ورد کرتا ہے جس کا یہی معنی ومفہوم ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔بڑائی اور کبریائی اسی کی شان ہے۔کسی مخلوق کے لیے زیبا نہیں کہ وہ اپنے کو بڑا اور برتر سمجھے اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے کو ممتاز وفائق تصور کرے۔چونکہ کبریائی خاص اللہ کا حق اور اس کی صفت ہے اس لیے اگر کوئی بندہ اس صفت سے اپنے کو متصف کرنے لگتا ہے تو یہ بات اسے سخت ناگوار لگتی ہے اور ایسا انسان سزائے الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: ''اِنَّ الْعِزَّ اِزَارِيْ، وَالْكِبْرِيَاءَ رِدَائِيْ، فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيهِمَا عَذَّبْتُهُ'' (صحیح الجامع:۱۹۰۸) عزت میرا پہناوا ہے اور بڑائی میری چادر ہے۔پس جو بھی ان میں سے کوئی ایک چیز بھی مجھ سے کھینچے گا میں اسے عذاب دوں گا۔کھینچنے یا منازعت کرنے کا مطلب یہی ہے کہ جو ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش یا دعویٰ کرے گویا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) چیلنج کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے ہمسر ٹھہراتا ہے، اس لیے وہ عذاب الٰہی کا مستحق اور اللہ کے غیظ وغضب کا حق دار ہے۔

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور نہ ان کی طرف (رحمت سے) دیکھے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا؛ وہ تین لوگ یہ ہیں: (۱) بوڑھا زناکار، (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) تکبر کرنے والا فقیر۔'' (مسلم:۱۰۷)

تکبر کرنا اور اکڑنا یوں تو کسی کے لیے جائز نہیں، لیکن ایک فقیر اور نادار انسان جو کبر اور برتری کے اسباب ہی سے محروم ہے وہ تکبر کرے اور فخر وغرور کا اظہار کرے تو یہ زیادہ جرأت اور بے خوفی کی بات ہے۔اس لیے اس کی جانب سے کبر کا اظہار کسی مال دار اور ذی حیثیت انسان کے اظہار کبر سے زیادہ شنیع اور قبیح ہے۔یہی حال بوڑھے زناکار اور جھوٹے بادشاہ کا ہے۔

تکبر کی مذمت قرآن میں:

قرآن کریم میں جگہ جگہ ایسی عادات وخصائل کی مذمت بیان کی گئی ہے جن سے کبر وغرور اور تکبر کا اظہار ہوتا ہو اور ان سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں سے ایک نصیحت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (لقمان:۱۸) [اور لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل۔اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا]

سورہ اسراء میں فرمایا: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولاً﴾ (الاسراء:۳۷) [اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔تو نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی (بلندی) میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے]

قرآن کریم میں قارون کا واقعہ بھی قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔قارون کو اپنے مال ودولت پر بڑا ناز تھا اور خوب اتراتا پھرتا تھا اور منع کرنے پر بھی باز نہیں آتا تھا، جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے گھر اور خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اس کا نام ونشان مٹا دیا۔(ملاحظہ ہو سورہ قصص:۷۵-۸۲)

سورہ حجرات میں فرمایا گیا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات:۱۳) [اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں۔اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ (اللہ سے) ڈرنے والا ہے۔یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے]

یعنی تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو، اس لیے محض خاندان اور نسب کی بنا پر فخر کرنے کا حق نہیں، اور مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی تقسیم محض تعارف کے لیے ہے ایک دوسرے پر اظہار برتری کے لیے نہیں۔

تکبر کی مذمت احادیث نبویہ میں:

صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک غلام سے تو تو میں میں کے وقت اس کو اس کی ماں کی طرف سے عار دلا دیا (غالباً یا ابن السوداء، کہہ دیا- اے کالی کلوٹی عورت کی اولاد) اللہ کے رسول ﷺ نے سنا تو آپ کو یہ بات سخت ناگوار لگی، آپ نے حضرت ابوذر کو مخاطب کرکے فرمایا: ''اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ'' (بخاری:۳۰ ومسلم:۱۶۶۱) آپ ایسے شخص ہیں کہ آپ کے اندر (بھی) جاہلیت (کا اثر) ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے واضح لفظوں میں فرمادیا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ" (مسلم:۲۵۶۴)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ، اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا اَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی ..." (مسند احمد: ۲۳۴۸۹، السلسلة الصحيحة)

اے لوگو! سن لو! تمھارا رب ایک ہے، سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر نہ کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری حاصل ہے۔ اگر کسی کو برتری حاصل ہے تو تقوی کی بنیاد پر۔

فخر وغرور اور تکبر کی روش سے اجتناب کرنے اور تواضع وانکساری کا معاملہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَایَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ، وَلَا یَبْغِیَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ" (مسلم:۲۸۶۵)

اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع (عاجزی) اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔

اس حدیث میں واضح اشارہ ہے کہ فخر وغرور ظلم وزیادتی پر ابھارنے والی صفت ہے اور اس سے بچنے کے لیے انسان کو ہمیشہ دوسروں کے ساتھ تواضع اور نرمی ومحبت سے پیش آنا چاہیے، وہ مال ودولت، حسب ونسب یا علم وفضل کے اعتبار سے اونچا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر آدمی واقعی نرمی اور تواضع کی راہ اختیار کرتا ہے اور غرور وتکبر سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے رفعت وبلندی عطا کی جاتی ہے۔ فرمان رسول ہے: "مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰہُ" (مسلم:۲۵۸۸) جو شخص اللہ کے واسطے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔

چونکہ تواضع اور نرمی کا رویہ اختیار کرنے والے شخص کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ اس میں میری توہین اور ذلت ہے اس لیے اسے اطمینان دلایا گیا کہ ایسا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت وسرفرازی میں اضافہ کرتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس تواضع میں تصنع اور ریا کاری نہ ہو، بلکہ صرف اور صرف اللہ کے واسطے تواضع اپنایا گیا ہو، جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ رفعت وبلندی دنیا وآخرت دونوں جگہ اسے حاصل ہوگی، کیوں کہ حدیث میں بغیر کسی قید کے اسے ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "کیا میں تمھیں جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر آپ نے خود ہی جواب دیا) ہر کمزور شخص، جسے کمزور سمجھا جاتا ہے (جس کا معاملہ یہ ہے کہ) اگر وہ اللہ پر (کسی چیز کی) قسم کھالے تو اللہ اسے پوری کردیتا ہے۔ کیا میں تمھیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر خود ہی جواب دیا) ہر سرکش، بخیل (یا اترا کر چلنے والا) اور متکبر شخص۔" (بخاری:۴۹۱۸، ومسلم:۲۸۵۳)

یعنی جو شخص دنیا میں گمنامی اور دوسروں کی بے توجہی کا شکار رہتا ہے مگر ایمان وتقوی کے ایسے مقام پر فائز ہے کہ اگر کبھی اللہ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے کسی جائز چیز کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کرنے کا سامان کردیتا ہے۔ ایسا شخص آخرت میں اپنے ایمان وتقوی اور تواضع کے صلہ میں جنت کا حق دار ہوگا۔ اس کے برعکس تکبر، بخل اور شہرت ونا موری کی ہوس میں مبتلا شخص کو جہنمی بتایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن موٹا تازہ بھاری بھرکم آدمی آئے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا۔" (بخاری:۴۷۲۹، ومسلم:۲۷۸۵)

یعنی ظاہری ٹرک بھڑک، جسمانی بڑائی اور رعب ودبدبہ وتکبر اللہ کے ہاں کسی کام کا نہ ہوگا۔ ایسی شان وشوکت آخرت میں کوئی معنی نہ رکھے گی۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔" (مسلم:۹۱)

تکبر کے بعض اعمال وعلامات:

قرآنی آیات کے حوالے سے تکبر وغرور کی کچھ علامتوں کا تذکرہ کیا جاچکا ہے، جیسے ناک چڑھانا، گال پھلانا، زمین پر اکڑ کر چلنا، شیخی بگھارنا وغیرہ۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیثوں میں بھی ان علامتوں کا اور مزید دیگر علامات واعمال کا تذکرہ ملتا ہے جو تکبر کی ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ لہٰذا ایک بندہ مومن کو چاہیے کہ ایسے تمام اعمال وحرکات اور آثار وعلامات سے اپنا دامن بچائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایک مرتبہ ایک آدمی ایک جوڑے میں ملبوس چلا جا رہا تھا، اس کے نفس نے اسے خود پسندی میں مبتلا کردیا تھا، وہ بالوں میں کنگھی کیے، اتراتے ہوئے چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔" (بخاری:۳۴۸۵، ومسلم:۲۰۸۸)

یعنی عمدہ لباس زیب تن کر کے اور مناسب وضع قطع اختیار کر کے آدمی اللہ کا شکر ادا کرنے اور تواضع اختیار کرنے کے بجائے اگر گھمنڈ پر اتر آئے، دل میں اپنے لباس، ہیئت اور حیثیت پر فخر وغرور کا احساس ہو اور چال میں اکڑ کا مظاہرہ کرے تو یہ چیز اللہ کو بے حد ناگوار گذرتی ہے اور ایسے متکبرانہ طور طریقے اختیار کرنے والے کی تعلی کو خاک میں ملا کر رکھ دیتا ہے، اسے زمیں بوس ہی نہیں زمیں دوز کر دیتا ہے۔ قارون جیسے متکبر اور خودسر کا بھی یہی انجام ہوا تھا جیسا کہ قرآنی آیات میں اس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ عمدہ لباس اور ہیئت بذات خود ممنوع یا مبغوض ومکروہ نہیں۔ بلکہ اس کی اجازت ہے کہ آدمی اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ اور دیدہ زیب پوشاک استعمال کرے اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا دل سے اعتراف اور زبان سے شکر ادا کرے۔ البتہ یہی پوشاک اور وضع قطع اگر اس کو تکبر وتعلی اور دوسروں کی تحقیر وتوہین پر آمادہ کردے تو وہ اس کے لیے وبال جان بن جائے گی اور اسے اللہ کی گرفت کا مستحق ٹھہرائے گی۔

چنانچہ ایک مرتبہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں وہ شخص نہیں داخل ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا''، تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی تو یہی پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ جمیل (صاحب جمال) ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر کا مطلب حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' (مسلم: ۹۱)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ محض اچھا پہننا اوڑھنا تکبر کی نشانی نہیں، بلکہ حق کا انکار اور دوسروں کو حقارت سے دیکھنے والی ذہنیت ہی دراصل تکبر کی ترجمانی کرتی ہے۔

تکبر کی ایک علامت ٹخنے سے نیچے ازار پہننا بھی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن اللہ تعالی اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنا ازار (پاجامہ، شلوار، تہ بند وغیرہ) فخر وغرور سے ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔'' (بخاری: ۵۷۸۳، ومسلم: ۲۰۸۵)

معلوم ہو کہ مردوں کا ازار ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر رہنا چاہیے۔ اس کی سخت تاکید آئی ہے۔ اب اگر کوئی مرد ٹخنے سے نیچے ازار لٹکائے رہتا ہے تو یہ تکبر اور غرور کی علامت ہے اور ایسا کرنے والے پر اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے اور قیامت کے دن ایسے شخص کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔

یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ فقر ومحتاجگی کے باوجود انسان اگر تعلی وتکبر کا رویہ اختیار کرتا ہے تو یہ زیادہ بڑا جرم ہے اور قیامت کے دن ایسے شخص سے اللہ تعالی نہ تو کلام فرمائے گا، نہ اسے پاک کرے گا اور نہ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔

کبر کی ایک علامت سنت کا انکار اور مختلف بہانوں سے سنت پر عمل کرنے سے گریز بھی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپ نے فرمایا: ''كُلْ بِيَمِينِكَ'' اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا: اس کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تو نہ ہی طاقت رکھے۔ اس کو صرف تکبر نے آپ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ (اس کے بعد) وہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منھ تک نہیں اٹھا سکا۔ (مسلم: ۲۰۲۱)

شریعت کی کسی بات اور رسول کی کسی سنت کی جانکاری کے بعد متکبرانہ روش اختیار کرتے ہوئے اس پر عمل سے گریز کرنا اور الٹے پلٹے عذر بیان کرنا بڑی محرومی اور بدبختی کی بات ہے اور آدمی کو برے انجام تک پہنچانے والا عمل ہے۔ اس روشنی میں ہر شخص کو اپنی فکر وعمل کا جائزہ لینا چاہیے اور جو کمی کوتاہی ہو اسے فوراً دور کرنا چاہیے۔

تکبر ایک ذہنی بیماری ہے جس کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت، اپنی بے بسی اور بے اختیاری کو سامنے رکھے اور اللہ کی بڑائی، اس کی قدرت اور اس کی طاقت کو ہمہ وقت دھیان میں رکھے۔ ''اللہ اکبر'' کا جملہ دن بھر میں (۳۰) مرتبہ اس کے کان میں اسی لیے سنایا جاتا ہے اور اس کی زبان سے روزانہ لگ بھگ (۹۰) مرتبہ ادا کرایا جاتا ہے (اگر وہ روزانہ صرف ۱۷ رکعت فرض نمازیں بھی پڑھے تو تقریباً ۹۰ مرتبہ وہ اللہ اکبر کا کلمہ پڑھتا ہے) تاکہ وہ اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت وبڑائی کا احساس اپنے دل ودماغ میں زندہ رکھے اور اپنے اندر کسی بڑائی اور غرور وتکبر کی کیفیت کو نہ پنپنے دے۔ اور جب کبھی ایسی کیفیت پیدا ہوتی محسوس کرے تو فوراً اللہ کی کبریائی کا تصور کرلے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ جب سفر میں ہوتے اور کسی اونچی جگہ چڑھتے تو (اللہ اکبر) پڑھتے اور نیچے کی طرف اترتے تو (سبحان اللہ) کہتے۔ (بخاری: ۲۹۹۴)

اونچائی پر چڑھتے وقت آدمی کے ذہن میں اپنی بلندی وبرتری کا احساس ہوسکتا ہے اس لیے اس کے تدارک کے لیے فوراً اللہ کی بڑائی وبلندی کا تصور کرے اور زبان سے تکبیر کے کلمات کہے، اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہہ کر یہ اقرار کرے کہ جس پستی میں ہم اتر رہے ہیں اس پستی سے اللہ منزہ اور پاک ہے۔

اللہ رب العالمین ہمیں ہر طرح کے فخر وغرور اور تکبر وتعلی سے محفوظ رکھے اور ہمیشہ تواضع اور نرمی ومحبت اختیار کرنے کی توفیق دے۔

☆☆☆

موقر اراکین مجلس عاملہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ایک غیر معمولی قرارداد کے پیش نظر

احباب جماعت و محسنین کرام کے نام کھلا خط

مکرمی ومحترمی احباب جماعت ومحسنین کرام!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ مع اہل وعیال واحباب جماعت بخیر وعافیت ہوں گے۔

جیسا کہ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق ومدد اور محترم اراکین واحباب جماعت اور محسنین کرام کے تعاون سے دعوت وتنظیم، تعلیم وتربیت، بحث وتحقیق، نشرواشاعت، احصائیات وتعمیرات اور رفاہ عامہ جیسے اہم میدانوں میں بھرپور جدوجہد کر رہی ہے اور کورونا کال میں بھی مختلف شعبہ جات، شعبۂ دعوت وارشاد، شعبۂ تعلیم وتربیت، شعبۂ استقبالیہ ودفتری امور، شعبۂ تنظیم، شعبۂ نشرواشاعت، شعبۂ صحافت، میڈیا سیل، مکتبہ ترجمان، شعبۂ افتاء ومجلس تحقیق علمی، مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی، شعبۂ مالیات، المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، مکتبہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، اسٹوڈنٹس گائیڈنس سینٹر، شعبۂ احصائیات، شعبۂ تعمیرات، شعبۂ رفاہ عامہ، شعبۂ قومی وملی امور وغیرہ کے ذریعہ پوری توانائی کے ساتھ اس کی دعوتی واصلاحی، تعلیمی وتربیتی اور رفاہی وتعمیراتی سرگرمیاں اور نشاطات جاری وساری ہیں۔ البتہ مسلسل دو سالوں سے کورونا کے پے در پے حملوں کے سبب احباب جماعت کا تعاون حاصل نہ ہوسکنے کی وجہ سے ان کاموں کا جاری رکھنا بڑا مشکل مسئلہ بن گیا ہے۔ جمعیت لاکھوں روپئے کی مقروض ہوگئی ہے۔ ماہ بماہ کارکنان وملازمین کی تنخواہیں اور تینوں مجلات کا اجرا اور الیکٹرک بل ودیگر دفتری مصارف ایسے ہیں جن کو کل پر ٹالا نہیں جاسکتا اور جو ہر روز اور ہر ماہ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ اہل حدیث کمپلیکس واقع اوکھلا دہلی میں ہمہ جہتی مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک عالی شان بلڈنگ جس کا سنگ بنیاد ہزاروں اخوان واحبابِ جماعت کی موجودگی میں رکھا گیا تھا اس عظیم تعمیری منصوبے کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے جو ابھی بھی ابتدائی مرحلے میں ہے۔ نیز مرکزی دفتر واقع اہل حدیث منزل جامع مسجد، دہلی جس کی از سر نو تعمیر اہل حدیثان ہند کا دیرینہ خواب تھا اور جو اپنی بوسیدگی کی حد کو پہنچ چکی تھی، اللہ کے فضل وکرم اور آپ جیسے مخلصین حضرات کے تعاون سے تعمیر کا کام تیسری منزل تک پہنچ چکا ہے جس کا تقریباً ایک چوتھائی کام ہی باقی ہے لیکن کافی قرض بھی چڑھ گیا ہے۔

چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مالی دشواری کے پیش نظر موقر مرکزی مجلس عاملہ نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ ۹/مارچ ۲۰۲۲ء جس میں تمام صوبائی جمعیات کے ذمہ داران موجود تھے نے فیصلہ کیا ہے کہ پورے ملک میں ماہ ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ کا پہلا جمعہ (۳/جون ۲۰۲۲ء) مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تعاون کے لیے مختص کیا جائے۔ اس فیصلے کو الحمد للہ ہر طرف سے پذیرائی حاصل ہو رہی ہے اور جماعتی حلقوں میں اس حوالے سے جوش وخروش بھی پایا جا رہا ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مالی دشواری اور موقر مرکزی مجلس عاملہ کے فیصلے کے پیش نظر ہم خدام جمعیت آپ سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اپنے یہاں کی مساجد میں **مرکزی جمعیت کے تعاون کے لیے ماہ ذوالقعدہ کا پہلا جمعہ مختص فرمائیں اور اس حوالے سے ائمہ کرام کو مکلّف کریں اور ترغیب دلائیں کہ وہ اس جمعہ کے لیے عوام وخواص کے اندر بیداری پیدا کریں، جمعہ کے خطبہ میں موثر انداز میں اعلان فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس تاریخی تعمیری کام کے لئے جوڑیں اور اس صدقہ جاریہ میں خود بھی شریک ہوں اور دوسروں کو بھی شریک وسہیم بنائیں۔** تاکہ وہ اپنے مرکز کو زیادہ سے زیادہ تعاون پیش کرسکیں اور جمعیت مالی دشواریوں سے باہر نکل کر اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے۔ اس موقع پر احباب جماعت وجمعیت کے دیگر مدات صرف کے ساتھ دونوں بلڈنگوں کے تعمیری فنڈ میں میں بھی حسب سہولت تعاون پیش کرسکتے ہیں۔

آپ سے مخلصانہ گزارش ہے کہ آپ خود بھی مرکز کے مالی استحکام کے لیے کوشش کریں، اپنے گرانقدر تعاون زکوٰۃ، صدقات اور عطیات سے نوازیں اور اپنے احباب، اہل خانہ اور حلقہ اثر کی توجہ بھی اس جانب مبذول فرمائیں اور جمع شدہ تعاون مندرجہ ذیل کھاتے میں جمع فرمائیں۔

نوٹ: اگر کسی وجہ سے کسی صوبہ، ضلع اور محلّہ کی کسی مسجد میں مذکورہ جمعہ کو اس کا اعلان نہ ہوسکا ہو تو اگلے کسی جمعہ میں اس کا اعلان اور تعاون کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور جمعیت سے آپ کے والہانہ لگاؤ اور جمعیت کے کاز سے پرخلوص دلچسپی کو دوام بخشے اور دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے، دین ودنیا کی خیرات وبرکات سے مالا مال فرمائے اور آپ کے مال واولاد اور صحت وعافیت میں برکت عطا کرے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپیل کنندگان

جملہ ذمہ داران واراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292